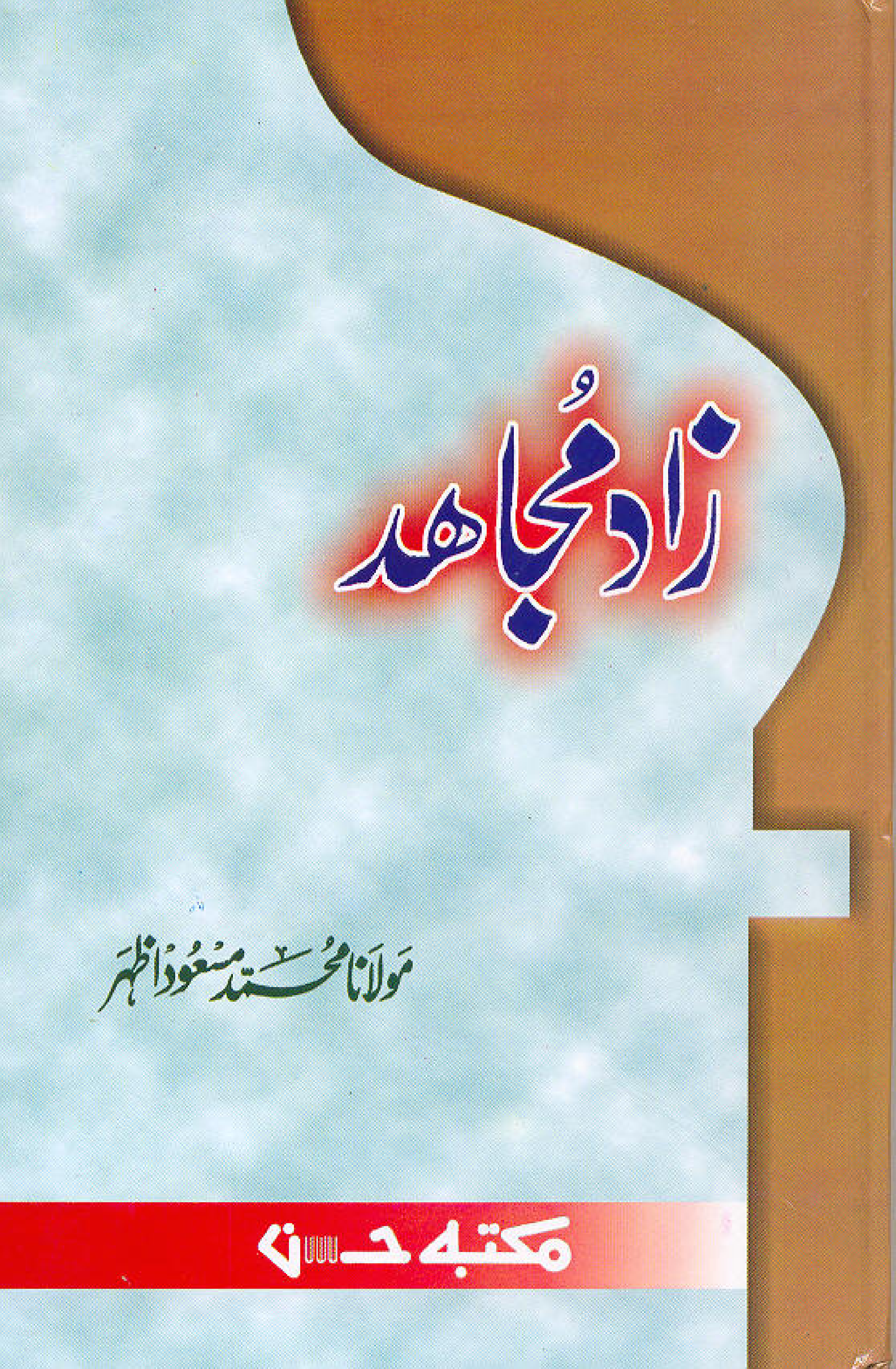

زاد مُجاھد

مولانا محمد مسعود اظہر

مکتبہ حسن

زادِ مجاہد

تالیف

مولانا محمد مسعود اظہر

ترتیب و تدوین

ابو عبیر

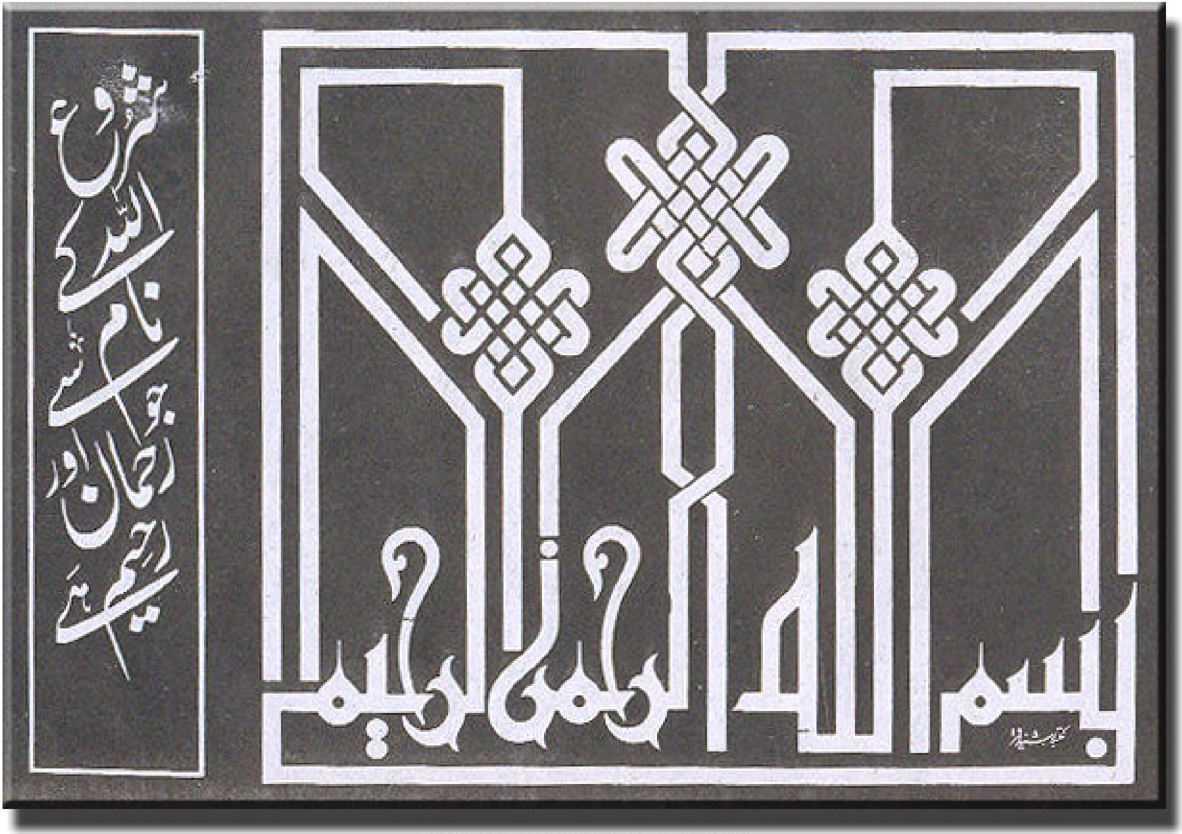
شروع اللہ کے نام سے جو رحمان اور رحیم ہے
بسم اللہ الرحمن الرحیم

www.quranidunia.com

حرفِ آغاز

یہ معروضات آپ کے ہی ایک بھائی نے آپ ہی کے لیے تحریر کی ہیں۔ آپ ان معروضات کو مکمل غور سے پڑھیے، اگر کچھ اچھی باتیں ملیں تو خود بھی عمل کیجئے اور اپنے دوسرے بھائیوں تک بھی پہنچائیے اور یاد رکھیے آج اُمّتِ مسلمہ کی نظریں آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں، مظلوم مائیں بہنیں اور بیٹیاں آپ کے اِنتظار میں ایک ایک لمحہ گن کر گزار رہی ہیں۔ عقوبت خانوں سے اُٹھنے والی اَحد اَحد کی صدا آپ کو پکار رہی ہے۔ کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی سے لے کر اہلِ حق کی ہر مسجد و خانقاہ میں، آپ کے لیے دُعائیں مانگی جاتی ہیں۔ آپ کا وجود اس اُمّتِ مُسلمہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ آپ کی زندگی سعادت اور موت شہادت ہے مگر اللہ کے دشمن آپ کے خلاف متحد ہو چکے ہیں۔ رات دن آپکے خلاف سازشیں رچی جاتی ہیں آپکا وجود ہر دشمنِ اسلام کو کھٹک رہا ہے۔ اور سب کی زندگیوں کا ایک ہی بڑا مقصد ہے وہ ہے آپکا خاتمہ۔ اقوامِ متحدہ کا ادارہ ہو یا انسانی حقوق کی تنظیمیں اقتصادی اتحاد ہوں یا جنگی ہر جگہ آپکو دُنیا کا سب سے خطرناک مسئلہ بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ اسلام دشمن داڑھیاں رکھ کر مکار شیاطین ہمدردوں کی شکل میں آپکی صفوں میں گھسائے جا رہے ہیں کافر و منافق سب کو آپ سے خطرہ ہے تمام شیطانی طاقتیں آپکے خلاف برسرِ پیکار ہیں انشاء اللہ آپکا رب آپکو ان خطرات سے بچائے گا مگر آپکو بھی کچھ کرنا ہوگا۔ اگلے صفحات میں اسی (کچھ) کا تذکرہ ہے جو ہم نے اور آپ نے کرنا ہے۔

فہرست

دستور و لائحہ عمل

۱۔ موجودہ جہادی تحریکوں میں قدرے مشترک ______ ۲۱
۲۔ جہادی تحریکوں کے غیر منظم ہونے کی وجوہات ______ ۲۲
۳۔ جہادی تحریکوں سے بعض مُسلمانوں کی بدظنی ______ ۲۴
۴۔ موجُودہ حالات میں دینی سیاسی جماعتوں اور مذہبی تنظیموں کی ذمّہ داری ______ ۲۶
۵۔ جہادی تنظیموں کی ضرُورت ______ ۲۹
۶۔ امریکہ کی بوکھلاہٹ ______ ۳۲
۷۔ ہندوستان حکومت کی اسلام دشمنی ______ ۳۴
۸۔ منصوبے خاک میں مل گئے۔ ______ ۵۲

۹، پرانے شکاری نئے جال ____ ۵۵
۱۰، عسکری تنظیموں کے لیے خطرہ ____ ۵۸
۱۱، مجاہدین کے حکومتوں کیساتھ تعلق کی نوعیت ____ ۶۲
۱۲، جہادی تنظیموں کے لیے مفید نظام ____ ۷۰

شعبۂ دعوت ونشرواشاعت

۱، دعوتِ نشرواشاعت کیلئے بعض اہم اقدامات ____ ۸۲
۲، دعوت ونشرواشاعت کیلئے عمومی آداب ____ ۸۸
۳، ایک اہم نکتہ ____ ۱۰۵

شعبۂ مالیات

۱، جہاد کا شعبہ مالیات ____ ۱۱۳
۲، شعبہ مالیات کی بنیاد ____ ۱۱۵
۳، شعبہ مالیات کی ایک اہم ذمہ داری ____ ۱۱۸
۴، شعبہ مالیات کی ایک اور اہم ذمہ داری ____ ۱۲۰

عسکری شعبہ

۱، عسکری شعبہ ____ ۱۲۵
۲، شعبہ عسکری کی تقسیم ____ ۱۳۴
۳، جہاد اور فساد میں امتیاز ____ ۱۳۷
۴، جہاد کے ممکنہ نتائج کے لیے ذہنی تیاری ____ ۱۴۶

مجاہدین کے اوصاف

۱، ایمان کامل ____ ۱۵۷

۲۔ اتباعِ سُنّت ______ ۱۶۷
۳۔ ذکر و نوافل ______ ۱۷۲
۴۔ رحماء بینهم کا مصداق ______ ۱۸۶
۵۔ اطاعتِ امیر ______ ۱۹۵
۶۔ مجاہد کا آئینہ ______ ۱۹۷

❖

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

تقریباً" ایک سال کا عرصہ مختلف عقوبت خانوں میں گزار کر جب مجھے جیل لایا گیا تو جیل اچھی لگنے لگی کیونکہ یہاں پر نہ تو چیخیں اور سسکیاں سن کر دل لرزتا ہے اور نہ ہی بے شرمی اور بے حیائی کے وہ مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں جو ہر عقوبت خانے (ٹارچر سینٹر) میں روزانہ کا معمول ہوتے ہیں۔ جیل میں بھی مجھے خصوصی اہمیت دی گئی یعنی اس وارڈ میں رکھا گیا جہاں کی سختی اور پابندی سے بڑے بڑے نامی گرامی مجرم گھبراتے ہیں۔ اصل میں یہ وارڈ جیل خانے کی جیل ہے جہاں پر سخت مجبوری کے عالم میں کسی قیدی کو جیل میں فساد وغیرہ کرنے پر بطور سزا کے زیادہ سے زیادہ ایک ماہ رکھا جاتا ہے۔ مگر مجھے جیل میں لاتے ہی اس وارڈ کی ایک (چکی) سیل میں ڈال دیا گیا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے سخت گرمی اور کڑکتی دھوپ کے بعد انسان کسی سایہ دار درخت کے نیچے آجاتا ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے جہاں تھے وہاں صبح ہوتے ہی سب کے دل دھڑکنے لگتے تھے علی الصبح ہاتھوں سے ہتھکڑیاں اور پاؤں سے بیڑیاں کھول کر بندوقوں اور ڈنڈوں کے سائے اور فحش گالیوں

کی بوچھاڑ میں بیت الخلاء لے جایا جاتا چونکہ چوبیس گھنٹے میں قضا حاجت کے لئے صرف یہی موقع ہوتا تھا اس لئے سب ہی گرتے پڑتے گالیاں کھاتے اور ڈنڈے سہتے لنگڑاتے اور کراہتے کراہتے اس مشکل مگر ضروری عمل سے فارغ ہوتے پھر صبح نو بجے کے بعد پوری عمارت چیخوں سے تھرتھرا جاتی جی ہاں پوچھ تاچھ کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ کوئی الٹا لٹکا ہوا' قرآنی آیات پڑھ رہا ہے اور چیخ رہا ہے۔ کوئی کرنٹ کی خوفناک تکلیف میں اللہ اللہ پکار رہا ہے۔ کسی کی ٹانگیں دس دس مشرک مل کر چیر رہے ہیں۔ تو کسی کو ننگے بدن پر کوڑے برسائے جا رہے ہیں کسی کی داڑھی اکھاڑی جا رہی ہے تو کسی کو شراب پینے پر مجبور کرنے کے لئے بری طرح روندا جا رہا ہے۔ اکثر قیدی ننگے کر دیئے جاتے ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے منہ میں دے کر پوچھا جاتا ہاں کہاں ہیں تمہارے مددگار؟ ہاں مل گئی تم کو آزادی؟ کوئی پاگلوں کی طرح چیختا نظر آتا تھا کہ اسے پیٹرول کا انجکشن لگا دیا گیا تھا اور کسی کو کئی دن کے لئے پنجوں کے بل باندھ کر کھڑا رکھا جاتا اور کھانے کے وقت کھانے میں غلاظت ملا دی جاتی۔ وہاں ان کا سب سے پسندیدہ مشغلہ یہ تھا کسی ایک مجاہد کو برہنہ کر کے سب گھیر لیتے اور تھپڑوں اور مکوں سے مار مار کر ایک دوسرے کی طرف پھینکتے اور اسے کہتے ہاں اب کرو جہاد کی باتیں پھر لوہے کی سلاخیں برسنے لگتیں کہ اپنی ماں کو گالی دو

پاکستان کے خلاف نعرے لگاؤ جہاد کے خلاف نعرے لگاؤ۔ وہ مجاہد جو نکلا ہی ماؤں کے تحفظ کے لئے تھا اور جو نکلا ہی تھا جہاد کو زندہ کرنے کے لئے تھا وہ کہاں ان کی فرمائش پوری کر سکتا بس پھر سلاخیں اپنا کام دکھاتیں مجاہد گر پڑتا تو مشرک اس پر کودنے لگتے کسی کے منہ پر پیشاب ڈال دیا جاتا اور کسی کے ساتھ اور بے حیائی والے ہتھکنڈے آزمائے جاتے اور جب ناک منہ سے خون ابل پڑتا غنودگی طاری ہوتی تو یہ دلچسپ تماشہ ختم ہوتا۔

آہ بہت عجیب و غریب جگہ تھی وہ جی ہاں ایسے ہی سینکڑوں عقوبت خانے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں جہاں اللہ کے شیروں پر ترقی یافتہ دنیا کے ترقی یافتہ مظالم ڈھائے جاتے ہیں اس امید پر کہ شاید اسلام مٹ جائے۔ شاید یہ دیوانے تھک جائیں شاید یہ جھک جائیں مگر حقیقت میں یہ وہ آگ کی بھٹیاں ہیں جن میں ایک بار جو جلایا جاتا ہے وہ کندن بن کر نکلتا ہے یہاں جسم کٹتے ہیں مگر ایمان بڑھتا ہے یہاں پر دشمن کا اصلی چہرہ نظر آتا ہے۔ یہاں روح کو طاقت ملتی ہے یہاں جسم سے لہو رستا ہے مگر نظریات کو پختگی اور بلندی ملتی ہے یہ وہی تربیت گاہیں ہیں جہاں سے سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کندن بن کر نکلے تھے۔ یہاں بے شک گوشت کے جلنے کی بدبو آتی ہے مگر دل والوں کو یہاں پر پھلنے پھولنے اور پھولوں کی طرح تر و تازہ ایمان کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ میں

نے یہاں ایمان اور کفر دونوں کی اس حقیقت کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا جو قرآن مجید نے بیان فرمائی ہے۔ کفر کی حقیقت پہچانی اور ایمان کے یہ مناظر دیکھے کہ جب ایک بھائی کو مار پڑ رہی ہوتی تو باقی سب ساتھی اپنے کمروں اور سیلوں میں سجدوں میں تڑپ اور سسک رہے ہوتے تھے وہ زمین آنسوؤں سے گیلی ہو جاتی جہاں وہ سجدہ کرتے تھے وہ آہیں بھر بھر کر اپنے بھائی کی عافیت کے لئے بارگاہ ارحم الراحمین میں التجائیں کرتے یہاں سب کا یہ تجربہ رہا کہ جس کو خود مار پڑتی اس کا صرف جسم دکھتا تھا جبکہ باقی سب کے دل و جان دونوں دکھتے تھے۔ ایک بار مجھے ایک خصوصی مرحلے سے گزار کر جب لایا گیا تو ساتھیوں نے حالت دیکھی تو چادروں میں منہ ڈال کر اتنا روئے کہ کمرہ ان کی سسکیوں سے گونجنے لگا کافروں کی ضربوں نے میری آنکھ سے ایک آنسو بھی نہیں نکالا تھا وہاں تو صرف خون نکلا تھا مگر یہ ایمانی اخوت کا منظر دیکھ کر میرے آنسوؤں کا بندھن ٹوٹ گیا لیکن میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ الحمد للہ میں کفر کے تشدد سے نہیں بلکہ ایمان کی حلاوت سے رویا ہوں۔ یہاں یہ بھی پابندی تھی کہ کوئی کسی کی خدمت نہ کرے اور نہ کوئی کسی کو عزت سے پکارے مگر کتنے ساتھیوں نے عزت سے نام پکارنے کے جرم میں خوفناک ماریں کھائیں۔ وہ ایمانی منظر میں کیسے بھول سکتا ہوں جب ہم رات کو لیٹتے تو کوئی ساتھی کسی طرح سے آیوڈیکس

یا کوئی دوائی منگواتا پھر اپنے زخمی جسم کو بھول کر کمبل کے نیچے چھپ کر لیٹ کر اتنی دور آتا جتنا اس کی ہتھکڑی کی زنجیر اجازت دیتی پھر سخت خطرہ اور مشقت مول لے کر ہمارے ہاتھوں اور پاؤں کی مالش کرتا جو ڈبل روٹیوں سے بڑھ کر سوج چکے ہوتے تھے۔ بہرحال میں نے اس خوفناک جگہ پر جس طرح ایمانی اقدار کو پھلتے پھولتے دیکھا وہ میری زندگی کا ایک ایسا قیمتی تجربہ ہے جس نے میرے نظریات کو تو مضبوط تر کیا ہے اس کے علاوہ مجھے بہت کچھ سکھا دیا۔ ایسے تین بدنام عقوبت خانوں سے گزر کر اب جب جیل پہنچا تو یہاں پر راحت کا محسوس ہونا ایک فطری اور قدرتی امر تھا مگر جیل حکام کو ان کی خفیہ ایجنسیوں نے بہت ڈرا دیا تھا اس لئے انہوں نے کڑی نظر رکھی اور ہر آن سختی اور پابندی بڑھاتے ہی چلے گئے۔ ذہن کو جب کچھ سکون اور جسم کو قدرے راحت ملی اور کاغذ قلم بھی ہاتھ لگا تو پھر اپنے ادھورے کام کو مکمل کرنے کا جنون سوار ہوا۔ بہت کچھ دل و دماغ میں باقی تھا جو امت تک پہنچانا ضروری سمجھتا تھا اور بہت کچھ نیا سیکھا تھا جس کی کارگزاری اس امت کو سنانی تھی جس کی عظمت رفتہ کی بحالی کی محنت کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر گھر سے نکلا تھا۔ چنانچہ موقع دیکھ کر لکھنا شروع کیا ایک اہم موضوع پر دو سو (فل اسکیپ) صفحے لکھ ڈالے کافی اہم اور معلوماتی اور ضروری مقالہ تھا مگر پھر حالات نے کروٹ بدلی اور اپنے

ہاتھوں سے اپنی اس محنت کو ضائع کرنا پڑا کہ مبادا دوستوں کے ہاتھ لگنے سے پہلے دشمنوں کے ہاتھ نہ لگ جائے ان صفحات کے ضائع ہونے پر دل کو بہت دھچکا لگا اور پہلی مرتبہ احساس محرومی ہونے لگا اور خیال آیا کہ شاید اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں کی بدولت دین کے کام سے چھٹی کا وقفہ ختم نہیں ہوا۔ اس واقع کے تقریباً" تین ماہ بعد پھر حالات میں کچھ سدھار آیا اور بعض حالات و واقعات پڑھ کر اور سن کر دل میں یہ درد پیدا ہوا کہ امت کے اہل دل مفکرین، اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور امت مسلمہ کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لئے جس عمل کے احیاء کے لئے فکرمند تھے وہ عمل جہاد الحمدللہ اب پوری آب و تاب کے ساتھ شروع ہو چکا ہے اور وہ اس کام کے لئے امت کے جس طبقے کی تلاش میں تھے وہ مجاہدین کا طبقہ اب تقریباً" منظم طور پر وجود میں آچکا ہے لیکن اب پوری دنیا کے سازشی ذہن جہاد اور مجاہدین کے خلاف متحد ہو چکے ہیں اور ان کے خاتمے کے لئے ہر وہ حیلہ کر رہے ہیں جو وہ کر سکتے ہیں اور مجاہدین کو ہر طرف سے خطرات کا سامنا ہے اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ مجاہدین ابھی سے ایسی پیش بندی اور منصوبہ بندی کریں کہ وہ ہر قسم کے داخلی و خارجی خطرات سے محفوظ ہو جائیں۔

کل تک سب کے دل میں یہ کڑھن اور فکر تھی کہ اللہ کے کلمے کی

بلندی اور اسلام کی عظمت کے لئے ایسا طبقہ میدان عمل میں اترے جو کردار کا غازی ہو اور زندگی سے زیادہ موت کو عزیز رکھتا ہو کفار کی ذہنی اور فکری غلامی سے آزاد ہو اور جہاد فی سبیل اللہ کا علمبردار ہو کیونکہ اسلام کی حفاظت کے لئے جہاد مجاہدین کی ضرورت ہے۔ اور اب یہ فکر اور کڑھن پیدا ہو گئی کہ کسی طرح سے جہاد و مجاہدین کی حفاظت کا بھی پورا پورا بندوبست کیا جائے اور ابھی سے ایسے اقدامات کر لئے جائیں جن کی بدولت یہ عظیم نعمت جو امت کو صدیوں کے انتظار کے بعد ایسی شان و شوکت سے نصیب ہوئی ہے ہر قسم کے فتن و آفات اور خطرات سے محفوظ ہو جائے۔ یہ فکر اور کڑھن دل میں اتنی شدت اور قوت سے پیدا ہوئی کہ فوری طور پر اپنے مجاہد ساتھیوں کو ایک مختصر کھلا خط لکھنے کا ارادہ کیا اور جلدی جلدی چند صفحات لکھ ڈالے پہلے ارادہ تھا کہ چند صفحات کا خط فوری طور پر روانہ کر دیا جائے اور مجاہدین کرام کو ان خطرات سے آگاہ کیا جائے جو ان کے اردگرد اور اوپر نیچے منڈلا رہے ہیں پھر یہ مضمون تھوڑا سا طویل ہو گیا اور ایک مختصر رسالے کی شکل اختیار کر گیا اسی دوران جیل کے حالات پھر خطرناک ہو گئے مگر اب ان اوراق کو ضائع کرنے کی بجائے چھپانے کا انتظام ہو گیا چنانچہ تقریباً" ڈیڑھ دو ماہ یہ چند صفحات چھپانا کسی معرکے سے کم نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت رہی اور یہ اوراق جو چھپ

چھپ کر عام حالات سے کافی مختلف حالات میں لکھے تھے ضائع ہونے سے بچ گئے اس وقفے میں حسن اتفاق سے مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی (جن کا تذکرہ میں اپنے ان اوراق میں پہلے ہی کر چکا تھا) کی ایک کتاب (عالم پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر) ہاتھ لگی اور مطالعہ کا شرف حاصل ہوا اس کتاب نے میرے نظریئے اور خیالات کو اور زیادہ پختہ کر دیا بلکہ اس کتاب کی اکثر باتیں وہی تھیں جو میرے ذہن میں اٹھتی اور دل میں تڑپتی تھیں گویا کہ کتاب کے بعض مضامین میں میرے گونگے خیالات کی فصیح و بلیغ اور عالمانہ ترجمانی تھی بعد میں جب حالات پھر کچھ درست ہوئے تو چھپائے گئے اوراق کو ترتیب دیا اور باقی ماندہ مضمون کو مکمل کیا اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی کتاب کے کچھ اقتباسات بھی اس مضمون میں شامل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور یوں یہ چند صفحات کا مضمون کئی ماہ کے عرصے میں مکمل ہوا اب مسلہ تھا اسے اپنے مخلصین تک پہنچانے کا چنانچہ یہ مشکل مرحلہ جو ایک مستقل معرکہ تھا اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم سے طے پایا اور یہ مسودہ .... کی خدمت میں پہچانے کا موقع مل گیا۔ جہاد اور مجاہدین سے ان کا لگاؤ اور امت مسلمہ کے لئے ان کا درد دل کسی سے مخفی نہیں وہ جس طرح سے اپنی علمی مشغولیات کے ساتھ

ساتھ راتوں کو آرام اور زندگی کی راحت قربان کر کے امت مسلمہ کے لئے کام کرتے ہیں یہ انہیں کا حصہ ہے اور امت مسلمہ کی خوش قسمتی ہے کہ اسے ایسے باخدا، مخلص، محنتی، جانباز اور سرفروش علماء کرام کی قیادت حاصل ہے۔

یہ تھی مختصر داستان اس مضمون کے لکھنے اور بھیجنے کی اسکے بعد اب آگے کیا ہوگا؟ میں نہیں جانتا میں تو یہ امانت امت کے ایک رہنما تک پہنچا کر مطمئن ہو چکا ہوں اور اپنی کم علمی کی بناء پر ان سے درخواست کر چکا ہوں کہ وہ ان معروضات و گزارشات کے سلسلے میں جو چاہیں فیصلہ فرمائیں اس کی اشاعت میں امت کا فائدہ ہے تو ضروری تصحیح و ترمیم کے بعد شائع فرمادیں اور اگر یہ معروضات قبل از وقت یا بلا ضرورت ہیں تو پھر ان اوراق کو ردی کی ٹوکری میں ڈالنے سے دریغ نہ فرمائیں۔

اگر یہ معروضات شائع ہو جائیں تو مجاہدین کرام (خواہ وہ کسی بھی تنظیم سے تعلق رکھتے ہوں یا کسی بھی محاذ پر مصروف عمل ہوں) سے خصوصی گزارش ہے کہ یہ معروضات آپ کے ہی ایک بھائی نے آپ ہی کے لئے تحریر کی ہیں آپ ان معروضات کو مکمل غور سے پڑھیئے اگر کچھ اچھی باتیں ملیں تو خود بھی عمل کیجئے اور اپنے دوسرے بھائیوں تک بھی پہنچایئے اور یاد رکھئے آج امت مسلمہ کی نظریں آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں مظلوم

مائیں، بہنیں اور بیٹیاں آپ کے انتظار میں ایک ایک لمحہ گن کر گزار رہی ہیں۔ عقوبت خانوں سے اٹھنے والی احد احد کی صدا آپ کو پکار رہی ہے کعبۃ اللہ اور مسجد نبویؐ سے لے کر اہل حق کی ہر مسجد و خانقاہیں آپ کے لئے دعائیں مانگی جاتی ہیں آپ کا وجود امت مسلمہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے آپ کی زندگی سعادت اور موت شہادت ہے مگر اللہ کے دشمن آپ کے خلاف متحد ہو چکے ہیں رات دن آپ کے خلاف سازشیں کی جاتی ہیں آپ کا وجود ہر دشمن اسلام کو کھٹک رہا ہے اور اب سب کی زندگیوں کا ایک ہی بڑا مقصد ہے وہ ہے آپ کا خاتمہ۔ اقوام متحدہ کا ادارہ ہو یا انسانی حقوق کی تنظیمیں اقتصادی اتحاد ہوں یا جنگی ہر جگہ آپ کو دنیا کا سب سے خطرناک مسئلہ بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ اسلام دشمن داڑھیاں رکھ کر، اور مکار و شیاطین ہمدردوں کی شکل میں آپ کی صفوں میں گھسائے جا رہے ہیں کافر و منافق سب کو آپ سے خطرہ ہے تمام شیطانی طاقتیں آپ کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ انشاء اللہ آپ کا رب آپ کو ان خطرات سے بچائے گا مگر آپ کو بھی کچھ کرنا ہو گا۔ اگلے صفحات میں اسی (کچھ) کا تذکرہ ہے جو ہم نے اور آپ نے کرنا ہے۔

وَصَلَّی اللہُ تعالیٰ علیٰ خیرِ خلقِہٖ سیّدِنا محمّد وآلِہٖ وَاصحابِہٖ اجمعین۔

جہادی تحریکوں کے لیے

دستورُ العمل

حقیقت یہ ہے کہ آج دشمنانِ اسلام کیلئے مسلمانوں کا وجود اور اسلام کا نام ہی قابلِ برداشت نہیں ہے انھیں مسلمانوں کے ہاتھوں ماضی میں اپنے طاقتور آباؤ اجداد کا حال معلوم ہے اور وہ ماضی کے دور کو مستقبل میں دہرائے جانے کے خطرے کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے طویل عرصے تک انھوں نے محنت کر کے مسلمانوں سے خلافت' اجتماعیت اور جہاد کو چھینا، قومیت اور وطنیت کے جذبے کو بڑھاوا دے کر انھیں ٹکڑیوں میں بانٹا اور وہ ماحول تیار کیا جس میں مسلمانوں کا خاتمہ آسان ہو جائے۔ اس سلسلے میں انھوں نے اسلامی ممالک کی حکومتوں پر اپنے اداروں اور یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل کفر پسند مفاد پرست بزدل اور عیاش حکمرانوں کو بٹھانے کی کامیاب کارروائی کی۔ اب جبکہ میدان انکی نظر میں صاف تھا اچانک افغانستان کا جہاد شروع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے قدیم اسلامی تحریکیں منظم ہو گئیں اور مزید نئی طاقتور تنظیمیں وجود میں آ گئیں بکھرے ہوئے رجال کار متحد ہو گئے۔

موجودہ جہادی تحریکوں میں قدرے مشترک

دور حاضر میں چلنے والی یا کچھ عرصہ قبل اختتام پذیر ہونے والی جہادی تحریکوں میں ایک قدرے مشترک یہ ہے کہ یہ تمام تحریکیں کسی منظم منصوبہ بندی کے تحت شروع نہیں ہوئیں بلکہ یہ تمام تحریکیں بعض مخصوص حالات کے ردعمل کے طور پر وجود میں آتی گئیں اور پھر بعد میں آہستہ آہستہ منظم ہوتی چلی گئیں۔ جہاد افغانستان ہو یا جہاد کشمیر' تحریک تاجکستان ہو یا معرکہ بلقان (بوسنیا) ان تمام تحریکوں کے آغاز میں نہ تو جہاد فی سبیل اللہ کی باقاعدہ تربیت تھی اور نہ کوئی منظم پروگرام۔

افغانستان کے اسلامی تشخص کو کمیونزم کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے بچانے کے لئے چند باخدا افغانوں نے متفرق طور پر علم جہاد بلند کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ اسباب و وسائل سے عاری غیر منظم تحریک دور حاضر میں جہاد کی سب سے طاقتور اور منظم تحریک بن گئی۔ کشمیر میں سیاسی عمل کے ذریعے منزل کو ناممکن دیکھ کر بعض نوجوانوں نے بھارت کی طرف سے مسلط ریاستی حکومت کے خلاف چھوٹے چھوٹے ہتھیار اٹھائے اور پھر کچھ

ہی عرصے میں یہ تحریک کشمیر اور جموں کے طول و عرض میں اس طاقت و قوت کے ساتھ پھیل گئی کہ چھ لاکھ انڈیا آرمی، بارڈر سیکورٹی فورسز اور راشٹریہ رائفلز کے مسلح دستے اسے دبانے میں ناکام نظر آرہے ہیں۔

تاجکستان میں اسلامی انقلاب کی پرامن جدوجہد کو آہنی ہاتھوں سے کچلنے کی گھناؤنی کارروائی شروع کی گئی تو وہاں کے صاحب عزت علماء کرام نے اذان جہاد کے ذریعے وسطی ایشیاء میں لینن اور اسٹالن کی ناپاک باقیات کو للکارا اور قتال و ہجرت کی راہوں کو اختیار کرلیا۔ یورپ کے نقشے پر ابھرنے والی واحد مسلم ریاست بوسنیا سیاہ قلب گورے کافروں کی آنکھوں میں کھٹکنے لگی اور ایک مشترکہ حکمت عملی کے تحت بلقان میں ایک نئی ”صلیبی جنگ“ کا آغاز مسلمانوں کی نسل کشی کے لئے ہوا تو سالہا سال کی غیر انسانی غلامی میں جکڑے ہوئے بوسنیائی مسلمانوں نے علم جہاد بلند کردیا۔

جہادی تحریکوں کے غیر منظم ہونے کی وجوہات

جہادی تحریکوں کے غیر منظم ہونے کی وجوہات بالکل واضح ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں کہیں بھی عملاً ”اسلامی خلافت کا وجود نہیں ہے جو منظم طریقے پر جہاد کے فریضے کی بجا آوری کرے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ کسی ملک میں ایسی اسلامی حکومت بھی موجود

نہیں ہے جسے دنیا بھر کے مسلمانوں سے کسی طرح کا کوئی لگاؤ یا ان کے مسائل سے کوئی دلچسپی ہو۔ کئی مسلمان ممالک کے پاس قابل قدر فوجی طاقت موجود ہے۔ مگر وہ فوجی طاقت مجبور، مفلوج اور محدود ہے یہ طاقتور فوجیں اپنے حکمرانوں کی حفاظت یا زیادہ سے زیادہ پڑوسی ممالک سے اپنی سرحدوں کے تحفظ پر مامور ہیں۔ مختلف ممالک میں موجود یہ لاکھوں مسلمان فوجی اسلام اور مسلمانوں کے عمومی تحفظ کے لئے نہ تو اپنے ملک کی سرحد سے باہر جھانک سکتے ہیں نہ ایک گولی چلا سکتے ہیں جبکہ امریکی فوجی امریکہ کے مفادات کی خاطر اقوام متحدہ کی آڑ میں جہاں چاہیں جاسکتے ہیں اور جو اقدام کرنا چاہیں کرسکتے ہیں جبکہ مسلمان ملکوں کے حکمران اپنے ذاتی، سیاسی اور اقتصادی مفادات کی خاطر دنیا کی بڑی کفریہ طاقتوں کی کفش برداری پر خود کو مجبور سمجھتے ہیں اور مظلوم مسلمانوں کے تحفظ کے لئے منصوبہ بند لڑائی تو درکنار وہ زبان سے ان کی تائید بھی نہیں کرسکتے۔ اگر پاکستان میں ایک پاکستانی عیسائی شہری پاکستانی قانون کے مطابق کسی بھیانک جرم کی سزا پاتا ہے تو امریکہ، یورپ اور پوری عیسائی دنیا پاکستان پر چڑھ دوڑتی ہے اور اس عیسائی کو تحفظ فراہم کرتی ہے جبکہ امریکہ اور ہندوستان کی جیلوں میں مسلمانوں کے نامور اکابر، علماء اور نامور سپوت بلا کسی جرم کے تشدد کا نشانہ بنائے جائیں تو کوئی اسلامی ملک ان کی تائید میں آواز بلند

کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور کوئی ایسا ملک بھی نہیں ہے جو اپنے سرکاری وسائل اور حکومتی طاقت کے بل بوتے پر جہادی نظام کو مرتب کر سکے اور ضرورت پڑنے پر اسے اسلام اور مسلمانوں کے لئے استعمال کر سکے۔

تیسری وجہ موجودہ جہادی تحریکوں کے غیر منظم آغاز کی یہ ہے کہ دنیا میں اب تک عالمی سطح کا کوئی ایسا منظم، با اختیار اور اسباب و وسائل سے مالا مال ادارہ یا تنظیم بھی نہیں ہے جو جہاد کی باقاعدہ تربیت دیتی ہو اور اس کے پاس اس قدر وسائل بھی ہوں کہ وہ جہاں چاہے اور جب چاہے مسلمانوں کی ان کے دشمنوں سے حفاظت اور مدد کے لئے مجاہدین بھیج سکے ان تینوں وجوہات کے ساتھ ساتھ ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کا مزاج اب ایسا بن چکا ہے کہ جب تک کوئی مصیبت اور آفت ان کے سروں پر نہ پہنچ جائے اس وقت تک وہ جہاد کی تعلیم و تربیت سے غافل رہنے لگ گئے ہیں اسی لئے اب سے کچھ عرصہ پہلے تک مسلمانوں میں ایسے افراد ناپید تھے جو فکری، ذہنی اور جسمانی اعتبار سے جہاد کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ حالانکہ مسلمان ہر وقت کفار و دشمنان اسلام کے سازشی تیروں کے نشانے پر ہوتے ہیں اور ان کا دشمن ان کو مٹانے کے لئے رات دن ایک کرتا رہتا ہے۔

جہادی تحریکوں سے بعض مسلمانوں کی بدظنی

اب جبکہ نہ اسلامی خلافت کی نعمت میسر ہے اور نہ ہی کوئی مکمل اسلامی

سوچ رکھنے والی حکومت موجود ہے اور نہ کوئی عالمی سطح کا ایسا ادارہ موجود ہے جس کے پاس تربیت یافتہ مجاہدین اور ان کو دنیا بھر میں مسلمانوں کے تحفظ کے لئے بھیجنے کے انتظامات ہوں اور نہ مسلمان خود پہلے سے ذہنی اور جسمانی طور پر جہاد کے لئے تیار ہوتے ہیں اس لئے جب بھی کسی علاقے کے مسلمانوں پر ان کے دشمنوں کی طرف سے ایسے حالات مسلط کئے جاتے ہیں جن میں ان مسلمانوں کے لئے سوائے ہتھیار اٹھانے اور جان کی بازی لگانے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں رہ جاتا تو مسلمانوں میں موجود ایمانی جذبہ ابھر آتا ہے اور وہ غلامی کی ذلت بھری زندگی پر عزت و شہادت کی موت کو ترجیح دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر جہاد کا آغاز کر دیتے ہیں مگر وہ ابتداء میں بالکل اکیلے اور تنہا ہوتے ہیں۔ کہیں سے بھی انہیں افرادی قوت یا فکری رہنمائی میسر نہیں آتی ان کے ہاتھوں میں جو کچھ آتا ہے وہ اسے لے کر دشمن کے مقابلے پر اتر آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق ان کی نصرت فرماتا ہے اور ہر میدان میں نصرت کے عجیب و غریب واقعات ان نہتے مجاہدین کے لئے ثابت قدمی اور دوسرے معاونین کو ان کی مدد کے لئے لانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ مگر جہاد کی باقاعدہ تربیت نہ ہونے کی وجہ سے ان کی جدوجہد بہت لمبی ہو جاتی ہے اور بعض اوقات ان سے کچھ غلطیاں بھی سرزد ہوتی ہیں اور موثر پشت پناہی اور

خاطر خواہ طاقت نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے خلاف ہونے والے پروپیگنڈے کا توڑ بھی نہیں کرسکتے زیادہ منظم نہ ہونے کی وجہ سے دشمن کو ان میں اپنے افراد گھسانے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ اسباب کی کمی کی وجہ سے وہ اپنی کارگزاری اور کارروائیوں کی مناسب تشہیر بھی نہیں کرسکتے۔ ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ مسلمان دانشور جو ان تحریکوں کو بدر و احد کے تناظر میں دیکھتے ہیں بہت جلد بدظن ہوجاتے ہیں اور اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف پروپیگنڈے میں کفریہ طاقتوں کے ہمنوا بن جاتے ہیں اور ان کی مخالفت کا اثر عام مسلمان بھی قبول کرتے ہیں دوسری طرف ان تحریکوں کے زیادہ طویل ہوجانے کی وجہ سے ان علاقوں کے مسلمان بھی تنگ آکر راہ فرار اور راہ خلاصی تلاش کرنے لگتے ہیں جو علاقے ان تحریکوں کے "میدان" بنتے ہیں۔

موجودہ حالات میں دینی سیاسی جماعتوں اور مذہبی تنظیموں کی ذمہ داری

اب تک جو ہوا وہ حالات کا تقاضہ یا حالات کی مجبوری تھی مگر اب جہاد اور اس کی تربیت مسلمانوں میں اتنی اجنبی نہیں رہی جتنی آج سے پندرہ سال پہلے تک تھی اب مسلمانوں کے لئے بہترین موقع ہے کہ وہ موجودہ حالات و اسباب سے فائدہ اٹھا کر بھرپور جہادی تربیت حاصل کریں اور ابھی سے منظم ہو کر خود کو ان حوادث سے ٹکرانے کے لئے تیار کریں جو منہ پھاڑے ان کی طرف بڑھتے چلے آرہے ہیں اس سلسلے میں پہلا قدم تو مسلمانوں کی دینی سیاسی اور مذہبی جماعتوں اور اداروں کو اٹھانا چاہئے اور انہیں اپنے دستور، منشور، پروگرام اور نصاب میں جہاد کی فکری اور جسمانی تربیت کو بھی دیگر اہم موضوعات کی طرح جگہ دینی چاہئے تاکہ وہ امت مسلمہ کو ایسے کارکن، ایسے مبلغ اور ایسے علماء فراہم کرسکیں جو امن اور جنگ ہر حالت میں امت کی رہنمائی کرسکتے ہوں۔ عبادات سے لے کر حکومت چلانے تک کے معاملات میں امت کی قیادت کرسکتے ہوں۔ جن کے نزدیک ایمان جان سے زیادہ عزیز اور اسلامی غیرت مصلحت سے اونچی ہونی چاہئے۔ جو بزدل اور سستی نام کی بیماریوں سے بہت دور ہوں اور گفتار کی طرح کردار کے بھی غازی ہوں جو ایک انسان کی ذہن سازی کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں اور منظم فوج سے لڑنے کی طاقت بھی۔ چونکہ دینی اداروں اور تنظیموں اور اسلامی سیاسی پارٹیوں کا وجود اسلام کی عظمت، حفاظت اور نفاذ کے لئے ہے اور جہاد بھی اسلام کا ایک اہم فریضہ اور شعبہ ہے اس لئے ان تمام اداروں اور جماعتوں میں جہاد کو اہم مقام حاصل ہونا چاہئے ورنہ یہ تنظیمیں اپنا رعب اور تحفظ کھو بیٹھیں گی اور اگر پہلے سے جہاد کی تربیت کا نظام مرتب نہ کیا اور مشکل حالات پڑنے پر اس کی

ضرورت آن پڑی تو پھر غیر منظم اور غیر تربیت یافتہ مجاہدین سے غلطیاں ہوں گی اور تحریکیں بلا نتیجہ لمبی ہوں گی اور اپنے اور غیر مل کر ایسا مخالفانہ پروپیگنڈہ کریں گے کہ دانتوں کو پسینہ آجائے گا پھر نرم و نازک قائدین کارکنوں سے اور نعروں کو جہاد سمجھنے والے کارکن قائدین سے چھپتے پھریں گے اور ایک ایک تنظیم سے دس دس دھڑے الگ ہوں گے اور بعض مفسدین بندوق کا غلط استعمال کر کے جہاد کو بدنام کریں گے اور ان سب باتوں کا وبال اس قیادت کے سر ہوگا جو جہاد کی تربیت کے سنہری موقع کو ضائع کر رہی ہے۔ اس لئے اعلانیہ یا خفیہ اجتماعی یا انفرادی جس طرح بھی ممکن ہو ان جماعتوں اور اداروں کے ایک ایک فرد کو اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی اور مظلوموں کے تحفظ کے لئے تربیت جہاد حاصل کر لینی چاہئے اور اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہئے جو کچھ عرصے کے لئے شہدا کی بے مثال قربانیوں کے بدلے عطا ہوا ہے۔ سابقہ تحریکوں کی غلطیوں کو تو نظر انداز کیا جاسکتا ہے کیونکہ انہیں کسی طرح کی تربیت اور تیاری کا موقع نہیں ملا تھا مگر آئندہ ہونے والی غلطیوں سے تاریخ چشم پوشی نہیں کرے گی کیونکہ آج وہ موقع میسر ہے۔ جس سے فائدہ نہ اٹھانا اجتماعی غلطی ہوگی اور خدا نہ کرے کہ لمحوں کی یہ خطا صدیوں کے مصائب کا شاخسانہ ہو۔

وہ دور بھی دیکھا ہے تاریخ کی آنکھوں نے
لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی

لیکن امید قوی ہے کہ انشاء اللہ قائدین ملت دنیا کے حالات اور کفر کے تیور اور مسلمانوں کے ماضی کو دیکھتے ہوئے اس موقع سے فائدہ اٹھائیں گے اور امت کی رہبری کا حق ادا کریں گے۔ کیونکہ

موسم اچھا پانی وافر مٹی بھی زرخیز
جس نے اپنا کھیت نہ سینچا وہ کیسا دھقان

جہادی تنظیموں کی ضرورت

سیاسی اور غیر سیاسی دینی جماعتوں کو تو اس کی ضرورت ہے کہ وہ جہاد کی تربیت کو اپنے ہر کارکن کے لئے لازم کریں جبکہ بعض ایسے اقدامات کی بھی ضرورت ہے جن سے جہاد کی تحریک اور زیادہ منظم اور مضبوط ہو اور جہاد ہر طرح کے غلط پروپیگنڈے اور سازشوں سے محفوظ رہے یہ اقدامات ان خوش قسمت جہادی تنظیموں کو کرنے ہیں جو جہاد افغانستان یا دوسری جہادی تحریکوں کے دوران وجود میں آئیں یا از سر نو منظم ہوئیں اور پھر ان تنظیموں نے جہاد ہی کو اپنا مشن بنا لیا اور ان کی جدوجہد فکری طور پر کسی خاص علاقے یا قوم کے ساتھ محدود نہیں ہے بلکہ ان تنظیموں کے سرفروش

جہاں تک پہنچ سکتے ہیں اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر انصار کا کردار ادا کرنے پہنچ جاتے ہیں۔ ایسی تنظیموں کی ہر زمانے میں اشد ضرورت رہی ہے جبکہ موجودہ زمانے میں جبکہ مسلمانوں کا خون پانی سے سستا اور مسلمانوں کی عزت ایک مذاق بن کر رہ گئی ہے ایسی تنظیموں کی ضرورت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے یہ تنظیمیں اب امت مسلمہ کے لئے سانس سے زیادہ اہم اور ضروری ہیں اور ان کا وجود ایک عظیم نعمت ہے اور آج کفر کے ظالم ہاتھ بہت سی جگہوں پر صرف اس لئے مسلمانوں سے رکے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بعد ان تحریکوں کا رعب کفر کے قلوب پر چھا گیا ہے۔

اگر آج خدانخواستہ مسلمانوں میں یہ مسلح تنظیمیں نہ ہوتیں اور جان کی پرواہ نہ کرنے والے مجاہدین اور ایمان کو جان سے زیادہ عزیز رکھنے والے سرفروش نہ ہوتے تو مسجد اقصیٰ کب کی ہیکل سلیمانی میں تبدیل ہو چکی ہوتی۔ بوسنیا کا قصہ کبھی کا ختم ہو چکا ہوتا۔ صومالیہ پر امریکہ کا راج ہوتا اور روس افغانستان میں اپنی فوجوں کی شکست اور ہلاکت کے بدلے ماسکو اور اس کے گرد و نواح میں لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کرتا۔ ہندوستان میں بابری مسجد کی داستان بار بار دہرائی جاتی اور وہاں کی متعصب ہندو تنظیمیں شوسینا، بجرنگ دل، وشو ہندو پریشد، آر ایس ایس۔ اور بھارتیہ جنتا پارٹی کروڑوں مسلمانوں کا خون بہا چکی ہوتیں۔ کافروں کے سینے میں اسلام

دشمنی کا لاوہ ابل رہا ہے لیکن انہیں خوف ہے تو انہیں لوگوں کا ہے جنہیں وہ بنیاد پرست اور شدت پسند کہتے ہیں ان کافروں کو کسی اسلامی ملک کے حکمران کا ڈر نہیں ہے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ یہ ایک شراب کے جار پر بکنے والے لوگ ہیں۔ انہیں کسی اسلامی ملک کی فوج کا ڈر نہیں ہے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ یہ فوجیں ان کے غلام حکمرانوں کے ہاتھوں مجبور و بے بس ہیں۔ انہیں ڈر ہے ان دھماکوں کا جو اسرائیل کے فوجی مقامات پر ہوتے ہیں انہیں خطرہ ہے ان بموں کا جو انڈین آرمی کی گاڑیوں کو اڑاتے ہیں انہیں ڈر ہے امرناتھ یاترا پر لگنے والی پابندی کا جو پورے ہندوستان کو ہلا کر رکھ دیتی ہے۔ انہیں خوف ہے عمر عبدالرحمان جیسے نابینا عالم کا جو اسلام کی عظمت کی بات کرتے ہیں۔ انہیں ڈر ہے یورپ کے ان مسلمان نوجوانوں کا جو بوسنیا کے تحفظ کے لئے فوجی پینٹیں پہنے لندن اور فرانس کی سڑکوں پر دیوانہ وار گھوم رہے ہیں انہیں ڈر ہے شامل باسائیو کا جس نے چند جانبازوں کو ساتھ لے کر پورے روس کو جھکنے پر مجبور کر دیا۔ ان کے دلوں میں رعب ہے جنرل دودائیف کا جو امام شامل کی یادیں تازہ کر رہا ہے۔ ان کے دماغوں پر مسلط ہیں وہ گمنام مجاہد جنہوں نے صومالیہ سے امریکہ کو اکھاڑ پھینکا یہ خوفزدہ ہیں ان مسلمان بیٹیوں سے جو کسی نہ کسی طرح ہتھیار چھپا کر کشمیر، فلسطین اور بوسنیا میں مجاہدین کے ہاتھوں تک پہنچاتی ہیں۔

شاید آپ کو یہ باتیں مبالغہ لگیں مگر آپ دنیا میں گھوم کر دیکھیں کافروں کے قریب آکر ان کے دل پڑھ کر دیکھیں ان کی بدحواسی کا عالم دیکھیں تو آپ کو یقین آجائے گا کہ آج مسلمانوں کا جو تھوڑا بہت تحفظ ہے اس کا ظاہری سبب یہی سرفروش ہیں جنہیں اپنے اور غیر سبھی برا بھلا کہتے نہیں تھکتے۔ اس سلسلے میں ہم دو بڑی اسلام دشمن طاقتوں کو بطور مثال پیش کرسکتے ہیں۔

امریکہ کی بوکھلاہٹ

آپ خود اندازہ لگائیں سوویت یونین کے پاس تیس ہزار ایٹمی ہتھیار تھے جن میں سے بیشتر کا رخ امریکہ کی طرف تھا امریکہ نے اس خوفناک صورتحال سے نمٹنے کے لئے اپنے جاسوسی ادارے (سی آئی اے) کو منظم کیا اور اس کو اربوں ڈالر کا بجٹ دیا اور ہر طرح کے اسباب اور تربیت سے مالامال کیا آج سوویت یونین کے خاتمے کے بعد اس طاقتور جاسوسی ادارے کے بجٹ میں کوئی کمی نہیں آئی اور نہ ہی اس کے عملے میں کمی کی گئی ہے کیونکہ اب امریکہ کا یہ کہنا ہے کہ اگرچہ سوویت یونین کا خطرہ ٹل گیا ہے مگر اسلامی بنیاد پرستی کا خطرہ بدستور بڑھتا جارہا ہے اس لئے "سی آئی اے" کی ضرورت برقرار ہے گزشتہ ایک دو سالوں میں امریکہ اور یورپی ممالک میں بعض سرکردہ اسلامی رہنماؤں کو مختلف جھوٹے مقدمات میں پھنسا کر گرفتار کرنا "سی آئی اے" ہی کی ریشہ دوانیوں کا حصہ ہے۔ اس میں شک

نہیں کہ امریکہ کا یہ اندازہ درست ہے کہ اسلامی تحریکوں کی طاقت بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے اور وہ ہر اسلام دشمن قوت کے لئے شدید خطرہ بن رہی ہیں جبکہ اسلام دشمن طاقتوں کی قیادت اس وقت امریکہ کے ہاتھ میں ہے اس لئے امریکہ خود کو براہ راست ان اسلامی تحریکوں کا مدمقابل تصور کررہا ہے۔ حالانکہ ان تحریکوں کا مخصوص ہدف امریکہ نہیں بلکہ اسلام دشمن طاقتیں ہیں اگر امریکہ اسلام دشمنی چھوڑ دے تو وہ ان اسلامی تحریکوں کا ہدف نہیں رہے گا۔ لیکن جہاں تک امریکہ کے وہ اقدامات ہیں جو اس نے اپنے گمان میں اسلامی طاقتوں اور تحریکوں کو دبانے کے لئے ماضی قریب میں کئے ہیں اور اب بھی کررہا ہے ان اقدامات سے اسلامی طاقتوں اور تحریکوں کو نقصان تو کیا پہنچتا بلکہ ان کی مقبولیت اور طاقت میں اضافہ ہورہا ہے خود امریکہ کو بھی شاید احساس ہوگیا ہوگا کہ اسلامی تحریکوں کے خلاف اسکی ہر کارروائی سے اسلامی تحریکوں کی طاقت میں اضافہ ہوا ہے مگر اسے سمجھ نہیں آرہا کہ وہ کیا کرے۔ سوویت یونین کے خلاف سرد جنگ جیتنے کا دعویٰ کرنے والا اور خود کو بلاشرکت غیرے دنیا کی سب سے بڑی سپر طاقت کہنے والا امریکہ اس مسئلے پر سخت بوکھلایا ہوا ہے اور اس کی بوکھلاہٹ کا اندازہ امریکہ کے یہودیت نواز صدر بل کلنٹن کی اردن اسرائیل معاہدے کے موقع پر کی جانے والی تقریر کے ان الفاظ سے ہوتا

ہے کہ ''اسلامی شدت پسندو'' تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے اور تمھیں کبھی کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا اور تم ماضی ہو حال اور مستقبل نہیں۔

بظاہر یہ الفاظ اس جعلی خود اعتمادی کو ظاہر کرنے کی ناکام کوشش ہے جس کے پیچھے بوکھلاہٹ کا واضح اظہار موجود ہے اور ان الفاظ سے صدر کلنٹن کا اسلام کے خلاف چھپا ہوا وہ بغض ابل پڑا جو ان جیسے ہر صیہونیت نواز کے دل میں پک چکا ہے۔

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَر

ترجمہ۔ تحقیق ظاہر ہو گیا بغض ان کے منہ سے اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے۔

ابھی حال ہی میں اسلامی تحریکوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے بوکھلا کر امریکی کانگریس کے ایک رکن نے یہ دھماکہ خیز انکشاف کیا ہے کہ اگر سوویت یونین سے جوہری مادے کی اسمگلنگ کو نہ روکا گیا تو ایٹمی اور جوہری ہتھیار اسلامی شدت پسندوں کے ہاتھوں میں آسکتے ہیں اور امریکہ ان کا نشانہ بن سکتا ہے۔

ہندوستان حکومت کی اسلام دشمنی اور اسلامی عسکریت پسند

دوسری طرف خود کو منی پاور سمجھنے والا اور مشرکانہ تعصب کی بدبو سے

متعفن ملک بھارت جو اب آہستہ آہستہ انڈیا' بنگلہ دیش' پاکستان اور مالدیپ کے کروڑوں مسلمانوں کے لئے ایک سنگین خطرہ بنتا چلا جا رہا ہے اسلامی تحریکوں کے خوف سے لرز رہا ہے اور اس نے اپنے اس پروگرام کو از سر نو منظم کرنا شروع کر دیا ہے جو ہندوستان سے مسلمانوں کے خاتمے کے لئے تیار کیا تھا۔ ہندوستان نے اب تک کشمیر میں چالیس ہزار سے زائد مسلمانوں کا خون بہایا ہے خود بھارت کے طول و عرض میں اب تک آٹھ ہزار سے زائد مسلم کش فسادات ہو چکے ہیں ان میں وہ فسادات بھی شامل ہیں جن میں خود پولیس نے مسلمان نوجوانوں کو گھروں سے اٹھا کر گولیوں سے بھون دیا اور ان کی لاشیں نہروں اور دریاؤں میں بہا دیں' مشرقی پنجاب ہو یا مغربی بنگال' اتر پردیش (یوپی) ہو یا بہار تقسیم برصغیر کے بعد سے اب تک ہزاروں مساجد کو نیست و نابود کیا جا چکا ہے شو سینا کا خنثیٰ نما چیف بال ٹھاکرے ہندوستانی مسلمانوں کی بمبئی سے حج پر روانگی پر پابندی لگا چکا ہے جس کی وجہ سے ہندوستان گورنمنٹ گزشتہ دو سالوں سے بمبئی سے بذریعہ بحری جہاز حاجیوں کو سعودی عرب روانہ نہیں کر سکی۔ راشٹریہ سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کا رجو بھیا یہ اعلان کر رہا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے پاکستان یا قبرستان کے علاوہ اب کوئی ٹھکانا نہیں ہے وشو ہندو پرشد کا سیکریٹری جنرل اشوک سنگھل بابری مسجد کے بعد بنارس میں ''کاشی'' اور

متھرا" کی مساجد کو گرانے کی قسمیں کھاتا پھر رہا ہے۔ اگر اس سال اور گزشتہ سال حرکتہ الانصار کی طرف سے امرناتھ یاترا کو نہ روکا جاتا تو اب تک ان دونوں تاریخی اور آباد عبادتگاہوں کا بھی بابری مسجد جیسا حشر ہو چکا ہوتا مگر بابری مسجد کے خلاف اس موثر ایکشن کی وجہ سے جس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے حرکتہ الانصار کو عطا فرمائی ہے ہندوستانی حکومت کے مرکزی وزیر خود "کاشی" اور "متھرا" جا پہنچے اور مساجد کی حفاظت کرنے پر مجبور ہوئے حالانکہ انہیں وزیروں کی نگرانی میں بابری مسجد گری تھی۔ مرد تو مرد ہندوؤں کی عورتیں کھلم کھلا یہ اعلان کرتی پھر رہی ہیں کہ ہم ہندوستان کی تمام مساجد میں ہری رام کے نعرے بلند کروائیں گی۔ اوما بھارتی اور سادھوی رتیھمبرا کی ہذیانی تقریروں کو سننے لاکھوں ہندو جمع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر مشرکانہ عزائم کا مشترکہ اظہار کیا جاتا ہے۔ ہندوستان کے مسلمان آج اسی خوف کی زندگی گذار رہے ہیں جو ایک زمانے تک سوویت یونین کے مسلمانوں پر طاری تھا۔ ہندوستان کے مسلمان جو ماضی میں اس ملک کے حکمران رہ چکے ہیں اب اپنے مستقبل کو تاریک دیکھ رہے ہیں بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) جس کے اکثر لیڈر (کرشن لال ایڈوانی) سمیت پاکستان سے تقسیم کے وقت ہندوستان آنے والے انتہائی متعصب لیڈر ہیں آہستہ آہستہ اقتدار پر قابض ہوتی جا رہی ہے گجرات، مہاراشٹر اور راجستھان

جیسی اہم ریاستوں کے علاوہ خود دہلی کی ریاست پر بھی ان کی حکومت قائم ہے اور 96 کے قومی انتخابات میں اس کی طاقت بڑھنے یا مرکز پر اقتدار سنبھالنے کے تبصرے کیے جا رہے ہیں۔ اتر پردیش میں اسی پارٹی کے دور حکومت میں خود وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ کی قیادت میں بابری مسجد کو شہید کیا گیا اور ہندوستان کی سپریم کورٹ نے اس عظیم جرم کی سزا کے طور پر کلیان سنگھ کو ایک دن قید کی سزا سنائی اور دنیا کے سامنے سینہ ٹھونکا کہ ہندوستان کی عدالت بالکل آزاد ہے اور وہ مذہبی تعصب پر یقین نہیں رکھتی اور وہ مسلمانوں کے حقوق کی بھی محافظ ہے۔ اسی لئے کلیان سنگھ کو ایک دن قید کی سزا سنائی گئی۔ ابھی ابھی حال ہی میں ہندوستان کی سپریم کورٹ نے ایک ظالمانہ فیصلہ کرتے ہوئے حکومت سے سفارش کی ہے کہ وہ پورے ہندوستان کے لئے مشترکہ سول کوڈ نافذ کردے جس کا مقصد یہ ہوگا کہ مسلمان نکاح، طلاق اور دیگر معاملات میں اسلامی قانون کے مطابق فیصلے نہیں کر سکیں گے بلکہ انہیں ہندوستانی قوانین میں جکڑ کر ہندوؤں کے قوانین کے مطابق زندگی گزارنی ہوگی کیونکہ وہ ہندوؤں کے ملک میں رہتے ہیں۔ اس ظالمانہ فیصلے کے پیچھے چھپی ہوئی بے شمار شرارتوں اور بدنیتیوں میں سے ایک شرارت اور بدنیتی یہ ہے کہ ہندوؤں کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ مسلمان ایک سے زیادہ شادیاں کرسکتے ہیں جس سے ان کی آبادی

بڑھتی جارہی ہے اور یہ بات ہندوؤں کو گوارہ نہیں ہے اس لئے اب مشترکہ سول کوڈ کے ذریعے مسلمانوں کو ایک ہی شادی پر پابند کرنے کی کوشش بھی ان شرارتوں کا حصہ ہے گزشتہ دنوں (بی جے پی) کے رکن اسمبلی پروفیسر وجے کمار ملہوترہ نے جلتے دل کے ساتھ سینٹ کے اجلاس میں انکشاف کیا کہ مسلمانوں کی آبادی بڑھ رہی ہے اور پاکستان اور بنگلہ دیش کے مسلمان ہندوستان آکر آباد ہورہے ہیں۔ پروفیسر ملہوترہ کے اس بیان کے پیچھے خاص عزائم کار فرما ہیں ہندوستان کی معاشی بدحالی اور اقتصادی دیوالیہ پن کا علم سب کو ہے۔ یہ دنیا کا واحد ملک ہے جہاں کروڑوں افراد بھوکے ہیں اور کروڑوں افراد فٹ پاتھ پر سوتے ہیں ڈیڑھ کروڑ سے زائد معذور ہیں جبکہ ایڈز کے مریضوں کی تعداد بھی دنیا کے تمام ممالک سے زیادہ ہے اس ملک کے کتے بھی ہڈی کو ترستے ہیں جبکہ پاکستان اور بنگلہ دیش میں عوام کے انفرادی حالات ہندوستان سے بہت بہتر ہیں اور پھر ان دونوں ملکوں میں اسلامی رواداری کے بچے کھچے اثرات بھی ایک بڑا سہارا ہیں جن کا ہندوستان میں مکمل فقدان ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے لوگ یہاں آکر آباد ہوجائیں ہندوستان کی وزارت داخلہ نے چند ہزار افراد کے نام جاری کئے ہیں جو پاکستان سے ہندوستان آکر واپس نہیں گئے حالانکہ ان میں اکثریت ان اسمگلروں کی ہے جو ایک پاسپورٹ پر آتے ہیں

اور دوسرے پر واپس جاتے ہیں ان کی اس حرکت سے گورنمنٹ کے کاغذ یہی تاثر دیتے ہیں کہ ان افراد کا دخول تو ہوا ہے خروج نہیں ہوا۔ اور بعض وہ بچیاں ہیں جن کی شادی ہندوستان میں مقیم اپنے رشتے داروں سے کردی جاتی ہے وہ واپس نہیں جاتیں ان دونوں صورتوں کے علاوہ کوئی بھی آدمی جس کے ہوش و حواس سلامت ہوں باہر سے آکر ہندوستان جیسے ملک میں رہنا گوارہ نہیں کرے گا جہاں سے خود کروڑوں ہندوستانی دوسرے ملکوں میں بھاگنے کی دوڑ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جارہے ہیں۔ صرف پاکستان کی وزارت داخلہ کے پاس بیس لاکھ افراد کے نام ہیں جو ہندوستان سے آکر پاکستان میں آباد ہوئے۔ ہندو ازم اور شرک کی نحوست نے ہندوستان جیسے ملک کو ہر اعتبار سے ناقابل قبول بنا دیا ہے حالانکہ یہ ملک ایک زمانے میں سونے کی چڑیا کہلاتا تھا اور مسلمانوں کے دور حکومت میں یہاں خوشحالی کا دور دورہ تھا مگر اب ہندوستان دنیا کا وہ واحد ملک ہے جہاں اوسطا” ہر دن تقریبا“ دس یا اس سے زیادہ عورتوں کو کم جہیز لانے کی وجہ سے زندہ جلا دیا جاتا ہے جہاں باعصمت عورتوں کا تناسب اس قدر گھٹ گیا ہے کہ بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے جہاں سے فحاشی دنیا بھر میں سپلائی کی جاتی ہے جہاں ایک ایک پیسے پر انسان مرتے ہیں اور گلیاں اور بازار شراب کی بدبو سے متعفن ہیں جہاں عزت اور انسانیت کھلے بازار نیلام ہوتی ہے۔

اس ملک میں اگر کچھ خیر ہے تو یہاں کے دیندار مسلمان ہیں جن کے دینی مقام کی وجہ سے اسلامی دنیا میں بھی ہندوستان کو قدر سے دیکھا جاتا ہے اور مسلمانوں کی صلاحیتوں اور ایمانداری کی وجہ سے بیرون ممالک ہندوستان کی ساکھ بنی ہوئی ہے۔ پروفیسر ملہوترہ کے اس شرانگیز بیان کا مقصد ہندوستان کے مسلمانوں کو ستانا اور تنگ کرنا ہے کہ انہیں پاکستانی اور بنگلہ دیشی کہہ کر جیلوں میں بھرا جائے اور ان کی زندگی کو برباد کیا جائے۔ ورنہ پروفیسر ملہوترہ کو بھی اپنے ملک کی حالت کا علم ہے اس کے علاوہ گزشتہ کئی سالوں سے ”ٹاڈا“ نام کے ایک اندھے اور ظالمانہ قانون کے تحت ساٹھ ہزار سے زائد مسلمانوں کو جیلوں میں بھر دیا گیا اور وہ بغیر مقدمہ چلائے ان جیلوں میں سڑ رہے ہیں ٹاڈا کے تحت گرفتار ہونے والوں میں کئی نامور مسلمان رہنماء اور علماء شامل ہیں مگر اس قانون میں نہ تو ضمانت ہو سکتی ہے اور نہ ہی پولیس کے غیر انسانی تشدد کے ذریعے دیئے گئے کسی بیان میں تبدیلی ممکن ہے۔ پولیس جب تک چاہے بغیر مقدمہ چلائے جیل میں رکھ سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دہشت گردی کے خاتمے کے بہانے مسلمانوں کے کئی مدارس کو مسمار کر کے زمین بوس کر دیا گیا ہے اور دار العلوم ندوہ جیسے شہرہ آفاق ادارے پر چھاپہ ڈالا گیا۔ اب تک کرناٹک اور تامل ناڈو میں کئی اسلامی پارٹیوں کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا ہے۔

اس وقت ہندوستان میں دو قسم کی سیاسی پارٹیاں ہیں ایک تو کھلم کھلا مسلمانوں کی دشمن پارٹیاں ہیں جو ہندوستان میں موجود ہر مسلمان کو پاکستان اور ”آئی ایس آئی“ کا ایجنٹ سمجھتی ہیں اور ہندوستان میں مسلمانوں کے وجود کو برداشت ہی نہیں کرتیں ان پارٹیوں میں بی جے پی آر ایس ایس وشو ہندو پریشد، شوسینا، بجرنگ دل سرفہرست ہیں۔ یاد رہے کہ ان میں سے بعض ظاہری طور پر سیاسی مگر حقیقت میں عسکری پارٹیاں ہیں۔ جبکہ بعض پارٹیاں کھلم کھلا مسلمانوں کی حمایت کا پرچار کرتی ہیں ان میں جنتادل اور سماج وادی پارٹی سرفہرست ہیں جبکہ کانگریس اور سی پی ایم وغیرہ کا رویہ درمیانہ ہے انہوں نے کچھ لوگ مسلمانوں پر ظلم کرنے کے لئے اور کچھ لوگ مسلمانوں سے معذرت کرنے کے لئے رکھے ہوئے ہیں لیکن متعصب ہندو ذہنیت رکھنے والے افراد ان تمام پارٹیوں میں موجود ہیں خود وزیر اعظم نرسمہاراؤ کا تعلق ایک زمانے تک آر ایس ایس جیسی خطرناک پارٹی سے رہا ہے پھر کانگریس ہو یا جنتادل ان کے لیڈروں کی بیویاں ”بی جے پی“ کو ووٹ دینا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتی ہیں۔ ہندوستان کے خفیہ ادارے ”را“ میں متعصب ہندو ذہنیت ہی کارفرما ہے اس لئے ”را“ کا کوئی باقاعدہ ممبر مسلمان نہیں ہے البتہ بعض ہندوؤں نے اپنے کوڈ نام اسلامی رکھے ہوئے ہیں سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ہندوستان میں مسلمانوں

کی آبادی گیارہ فیصد سے زائد ہے جبکہ سرکاری ملازمتوں میں ان کی تعداد ایک فیصد بھی نہیں بنتی۔ حالانکہ حقیقت میں مسلمانوں کی آبادی گیارہ فیصد سے بہت زیادہ ہے۔ ہندوستان کے حالات کا تجزیہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں کی خفیہ ایجنسیوں اور گزشتہ پینتالیس سالوں میں چالیس سال سے زائد عرصہ تک برسرپیکار رہنے والی شاطر پارٹی کانگریس نے یہ مشترکہ لائحہ عمل بنایا ہے کہ 96 کے قومی انتخابات میں حکومت "بی جے پی" کی متعصب قیادت کے حوالے کر دی جائے اور "بی جے پی" اپنی اسلام دشمنی کا اظہار کر کے کشمیر اور ہندوستان میں مسلمانوں کا قتل عام کر کے ان کی کمر توڑ دے جب "بی جے پی" ایسی گھناؤنی حرکتیں کرے گی تو پوری دنیا سے عموماً" اور اسلامی دنیا کی طرف سے خصوصاً" شور مچے گا جس کے نتیجے میں "بی جے پی" حکومت کو گرا دیا جائے اور لوگ پھر کانگریس کو ہی نجات دہندہ سمجھ لیں گے اور مسلمانوں سے بھی جان چھوٹ جائے گی۔ اسی پروگرام کے تحت جان بوجھ کر کانگریس کی گرتی ساکھ کو اور گرایا جا رہا ہے اور بی جے پی کو لانے کے لئے ہر کوشش کی جا رہی ہے تاکہ اس کے ہاتھوں سے اسلامی خطرے کو ختم کیا جائے اور پھر بگڑے حالات کا فائدہ اٹھا کر کانگریس آئندہ کئی دھائیوں تک حکومت کر سکے اور کانگریس اپنے مخصوص منافقانہ انداز میں سارا الزام بی جے پی کے سر ڈال کر معذرت کرے گی اور بچے کھچے مسلمانوں کو مطمئن کر لے گی۔ یہ ایک ایسی سازش ہے جس کے تانے بانے تیار ہیں مگر اب اس میں رکاوٹ آ گئی ہے اور وہ ہے کہ اسلامی عسکری تنظیموں کی طرف سے شدید رد عمل کا خوف جس کا آغاز ایک تنظیم نے امرناتھ یاترا پر پابندی لگا کر کیا ہے۔

یہاں ایک اہم بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ ہندوستان میں اسپین کی طرز پر مسلمانوں کے مکمل خاتمے کے لئے شروع کئے گئے پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے فکری گمراہی پھیلانے کا کام بڑے پیمانے پر شروع ہے اور یہ باتیں پھیلائی جا رہی ہیں کہ (1) اسلام بھی ہندو مذہب سے نکلا ہوا ایک مذہب ہے (2) مسلمان بھی ہندوؤں کی طرح شولنگ (بھگوان کے آلہ تناسل) کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ (نعوذباللہ) حجر اسود کو شولنگ قرار دیتے ہیں (3) جو لوگ نئے مسلمان ہوتے ہیں ان کو خاندانی مسلمانوں کی طرح مقام نہیں ملتا بلکہ انہیں دوسرے درجے کا مسلمان سمجھا جاتا ہے اس بارے میں وہ کراچی کے حالیہ فسادات اور حالات کا حوالہ بطور ثبوت کے پیش کرتے ہیں (4) مسلمان مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر نے کروڑوں ہندوؤں کو قتل کیا وہ اس وقت تک ناشتہ نہیں کرتا تھا جب تک ڈیڑھ من زنار کے دھاگے نہ جلا ڈالتا اور اس نے ہندوؤں کے مندروں اور آشرموں کو مساجد اور عید گاہوں میں تبدیل کیا (5) ہندوستانی مسلمانوں کو اپنے

اصل آبائی دین ہندومت کی طرف لوٹ آنا چاہئے کیونکہ اسلام تو باہر سے یہاں آیا ہے (6) اسلام مذہب عیاشی سکھاتا ہے اس میں گوشت کھایا جاتا ہے اور ایک سے زائد شادیاں کی جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ

مناسب رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے ہندوستان کا عام مسلمان ان باتوں کو سن کر کبھی پریشان اور کبھی متاثر ہوتا ہے اور اس سے ان بے بنیاد خرافات کا جواب نہیں بن پاتا۔ اور بہت سارے مسلمان تو اب ہندوؤں کی ہاں میں ہاں ملانے پر مجبور ہیں اور ان میں سے بعض نے تو ہندوؤں کے اس نظریئے کو دہرانا شروع کردیا ہے کہ نعوذ باللہ 'اللہ' رام بھگوان سب ایک ہی ہیں۔

ہندوستان میں آج کل جو افسوسناک اور دردناک بات دیکھنے کو ملتی ہے وہ یہ ہے کہ ہندو مذہب جو صرف چند خرافات کا نام ہے اور اس کا مقصد انسان کی اصلاح یا معاشرے کی درستگی یا اخلاقی تربیت نہیں بلکہ اس مذہب کا خلاصہ ہی مفاد پرستی ہے کہ جو تمھیں کچھ دے وہ تمھارا دیوتا ہے اس کی پوجا کرو۔ ہر طاقتور کے سامنے جھک جاؤ تاکہ وہ تمھیں نقصان نہ پہنچائے اور ہر کمزور کو نگل جاؤ کیونکہ وہ تمھارا لقمہ ہے۔ پوری ہندو تاریخ عورت اور پیسے کے گرد گھومتی ہے ان کی تمام تاریخی جنگوں کی وجہ عورت یا پیسہ تھی رامائن اور مہابھارت جن کو ہندو اپنی مقدس کتابیں کہتے ہیں انہی

قصوں سے بھری پڑی ہیں کہ لنکا کا راجہ راون کس طرح رام چندر جی کی بیوی سیتا کو اٹھا کر لے گیا اور رام کس طرح چودہ سال تک اپنی بیوی کی بازیابی کی کوشش کرتے رہے اور بالآخر خونریز جنگ کے بعد وہ سیتا کو واگذار کرا سکے بھگوان کرشن بچپن میں مکھن چراتے تھے اور لڑکپن میں لڑکیوں کا پیچھا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ پھر ہندوؤں کا کوئی مخصوص معبود یا دیوتا ہی نہیں۔ ہندوستان کے بہت سارے ہندو ان مسلمان اولیاء کے مزاروں پر جانا اور چادریں چڑھانا ہی اپنا مذہب سمجھتے ہیں جن اولیاء نے ان کے گمان میں ان کی حاجتوں کو پورا کردیا ہے۔ دربدر کی ٹھوکریں کھانے والے ہندو جن کا کام ہی چاپلوسی اور ہر کسی کے سامنے ہاتھ جوڑنا اور ماتھا ٹیکنا تھا اور جن کا کوئی دین اور مذہب نہیں تھا جو محمد بن قاسم کی رحمدلی اور سخاوت دیکھ کر اسے اپنا خدا بنانے پر تیار ہوگئے تھے جنھوں نے سینکڑوں سال تک مسلمان حکمرانوں اور فاتحین کی نعل برداری کی اور دو سو سال تک انگریزوں کا پانی بھرتے رہے آج انہیں انگریزوں کی سازش اور تقسیم برصغیر کے وقت ان مسلمان لیڈروں کی مہربانی سے جو انگریز کے ایجنٹ اور مسلمانوں کے دشمن تھے کیوجہ سے ایک بڑے ملک کی حکومت ملی ہے تو اب ان کی چال ہی بدل گئی ہے۔ اپنی طاقت اور اکثریت کے زعم میں وہ ان مسلمانوں کو حقیر سمجھ رہے ہیں جن کے جوتے وہ کل تک صاف کیا کرتے تھے وہ ہندو

مذہب کو دنیا کا سب سے قدیم مذہب قرار دے رہے ہیں اور اسلام میں کیڑے نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اپنے بے بنیاد مذہب کو بڑھا چڑھا کر پیش کر رہے ہیں جبکہ مسلمان چار حصوں (انڈیا' پاکستان' بنگلہ دیش' کشمیر) میں بٹ کر اپنی اجتماعیت اور طاقت کھو بیٹھے ہیں اور ان چاروں حصوں میں موجود مسلمانوں کا بھی ایک دوسرے سے کوئی ربط نہیں پاکستان' بنگلہ دیش' ہندوستان اور کشمیر کے مسلمان ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہیں اور ہندوؤں کی مشترکہ سازشوں کا شکار ہیں کشمیر کو ہندوستان اپنا اٹوٹ انگ سمجھتا ہے۔ پاکستان کی سالمیت اور بقاء ہندوستان کی نظر میں بری طرح کھٹکتی ہے۔ بنگلہ دیش کو اپنی کالونی بنانے کے لئے ہندوستان سرتوڑ کوشش کر رہا ہے جبکہ ہندوستانی مسلمان سب سے زیادہ مظلوم ہیں اور وہ ان مظالم کا تختہ مشق ہیں جنہیں انڈیا اپنا داخلی معاملہ کہہ کر دبا دیتا ہے یعنی ہندوستانی مسلمان مر رہا ہے لیکن چیخ نہیں سکتا اس کی جان اور ایمان دونوں خطرے میں ہیں مگر چاروں طرف اس کا کوئی دوست اور مددگار نظر نہیں آتا تصویر کا ایک دردناک پہلو تو یہ ہے کہ ہندو اپنے بے بنیاد مذہب کو اب بڑھا چڑھا کر پیش کر رہے ہیں جبکہ مسلمان اپنے عظیم اور شاہانہ مذہب کو چھپا چھپا کر پیش کرتے ہیں معلوم نہیں حالات کی مجبوری ہے یا ایمان کی کمزوری۔

حقیقی اسلام سے بے خبری ہے یا پھر دشمنوں کا آلہ کار بننے کا شوق کہ

ہندوستان میں ایسے مصنّفین، مفکرین اور دانشور پیدا ہو گئے ہیں جو اسلام کو بری طرح سے مسخ کر کے پیش کر رہے ہیں اور اسلام کے تابناک ماضی کو اس طرح سے معذرت خواہانہ انداز میں پیش کر رہے ہے جیسے نعوذ باللہ ہمارے اسلاف نے جہاد کر کے جرم عظیم کیا تھا اور آج ان بے چاروں کو مشرکین کے سامنے بڑی شرمندگی اٹھانی پڑ رہی ہے اور وہ معذرت کرنے پر مجبور ہیں۔ ان مصنّفین کے سرخیل جناب وحید الدین خان ہیں جنہوں نے اسلام کی تحریف میں مرزا قادیانی' چکڑالوی اور پرویز کی برابری کا درجہ حاصل کرلیا ہے۔ یہ ہندوستان کے وہ نامور مصنف ہیں جن کا فتوی ہے کہ چوتھی صدی کے بعد مسلمانوں نے اجتہاد چھوڑ دیا بالآخر مہاتما گاندھی نے اجتہاد کے اس بند دروازے کو کھولا۔ یہی وہ بہادر انسان ہیں جنہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ جب ہندو مسلح بلوائی کسی مسلمان بستی پر حملہ کریں تو مسلمانوں کو ہرگز ان کا مقابلہ کرنے کا گناہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنے گھروں میں بیٹھ کر آیت کریمہ کا ورد کرنا چاہئے۔

ہندوستان میں جب بابری مسجد شہید کی گئی اور اس سانحے کے غم میں پوری امت مسلمہ تڑپ رہی تھی اور مسلمان اپنی طاقت واستطاعت کے مطابق غم و غصے کا اظہار کر رہے تھے تو وحید الدین خان کو غصہ آرہا تھا اور وہ مسلمانوں کو سمجھا رہے تھے کہ رونے' چیخنے اور شور مچانے کی کیا ضرورت

ہے بابری مسجد کو گرنا تقدیر کا فیصلہ اور فطرت کا حکم تھا ہمیں یہ سب خوشی خوشی سے لینا چاہئے اور خواہ مخواہ غم نہیں کرنا چاہئے۔ یہی وحید الدین خان ہیں جو ہر چوتھے دن ہندوستان ٹیلی ویژن پر آ کر یہ اعلان کر رہے ہیں کہ بوسنیا سے لے کر کشمیر تک اور تاجکستان اور افغانستان الغرض پوری دنیا میں مسلمانوں نے انارکی اور دہشت پھیلا رکھی ہے اور اس وقت دنیا میں کہیں بھی جہاد نہیں ہو رہا اور ہندوستان کے مسلمانوں کو تو جہاد کے متعلق سوچنا بھی گناہ ہے۔

وحید الدین خان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عالم دین مولانا اخلاق حسین قاسمی جنہیں مولانا وحید الدین خان سے بقول ان کے کچھ اختلافات بھی ہیں مگر ان کی رائے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام غزوات یا تو دفاعی تھے یا وہ سرے سے غزوات نہیں تھے بلکہ امن مشن کے وفود تھے۔ اس طرح کچھ مسلمان مفکرین نے اس موضوع پر تحقیق شروع کر دی ہے کہ جو کچھ قرآن مجید میں ہے نعوذ باللہ وہی کچھ ہندوؤں کی مقدس کتابوں "رامائن" اور "مہابھارت" میں بھی ہے چنانچہ اس بارے میں ایک تازہ تحقیق (سورہ فاتحہ اور مہامنتر) کے نام سے حال ہی میں شائع ہوئی ہے اور اس کے مسلمان مصنف کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا گیا ہے۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ متعصب ہندوؤں نے ہندوستان کو اکھنڈ بھارت

اور "رام راجہ" بنانے اور یہاں سے اسپین کی طرح مسلمانوں کے مکمل صفایا کا جو پروگرام بنایا ہوا ہے یہ مصنفین اور دانشور اسی پروگرام کی تکمیل کے لئے میدان بنا رہے ہیں اور مسلمانوں میں سے جذبہ جہاد کھرچ کر نکال رہے ہیں اور انہیں دنیا بھر کے مسلمان مجاہدین سے بدظن اور مایوس کر رہے ہیں تاکہ کل جب "صفایا پروگرام" شروع ہو تو مسلمان مزاحمت نہ کر سکیں۔ پورا غور و فکر کرنے اور ہر طرح کے حسن ظن رکھنے کے باوجود اس کے علاوہ ان مصنفین کے ملحدانہ پروپیگنڈے کی اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

مذکورہ بالا تمام حالات پڑھ کر قارئین کو ہندوستان کے حالات اور ہندوؤں کے عزائم اور مقاصد اور ہندوستانی مسلمانوں کی مظلومیت کی ایک جھلک نظر آ گئی ہو گی۔ لیکن ہندوؤں کی سوچ اور ان کی خفیہ ایجنسیوں "را" اور (آئی بی، سی بی آئی) کی معلومات کے برعکس ہندوستان کے مسلمانوں میں جس طرح سے بیداری کی لہر دوڑی ہے اس نے ہندوؤں کے خوابوں کو چکنا چور کر دیا ہے اگرچہ ابھی تک وہ اپنی حرکتوں سے باز اور پالیسی سے دستبردار نہیں ہوئے مگر اب ان کو یہ یقین ہو گیا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اتنا تر لقمہ نہیں ہیں جتنا لال کرشن ایڈوانی، جگ موہن، بال ٹھاکرے، سنگھ خاندان اور اشوک سنگھل نے سمجھ رکھا تھا۔ ہندوستانی

حکومت جو یہ سمجھ رہی تھی کہ ہندوستان کا مسلمان جلی ہوئی ٹھنڈی لکڑی ہے۔ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ ابھی تک مسلمانوں میں اسلامی غیرت کی چنگاری موجود ہے جو کسی لمحہ بھڑک کر شعلہ جوالہ بن سکتی ہے ہندوستانی ایجنسیوں کے منہ کھلے رہ گئے جب انہیں کشمیر کی سرزمین پر ہندوستانی نوجوانوں کے شہید ہونے کے ثبوت مل گئے اور بعض ہندوستانی نوجوان گرفتار ہوئے جنہوں نے دوٹوک لفظوں میں بتایا کہ وہ ہندوؤں کے ہاتھوں ہندوستان کے مسلمانوں کا مستقبل تاریک اور اپنی عبادتگاہوں کو غیر محفوظ دیکھ کر مسلح ہونے اور کفر سے ٹکرانے کی غرض سے کشمیر آئے ہیں۔ پھر ہندوستان میں جگہ جگہ حرکتہ الانصار کے ہزاروں حامیوں کا ثبوت بھی گورنمنٹ کو ملا ہے اور حرکتہ الانصار کے قائدین کی کیسٹیں بھی برآمد ہوئی ہیں جو اب لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان میں پھیل چکی ہیں ہندوستان گورنمنٹ کو یہ بھی معلوم ہے کہ انڈیا کے مسلمانوں نے اس خطرے کو بروقت محسوس کرلیا ہے جو ان کے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ جس چیز نے ہندوؤں کے حوصلے سب سے زیادہ توڑے ہیں وہ ہے حرکتہ الانصار کی کشمیر میں امرناتھ یاترا پر پابندی جس سے یہ پیغام سب ہندوؤں تک پہنچ چکا ہے کہ ہندوستانی مسلمان یتیم اور بے سہارا نہیں ہیں بلکہ ان کے تحفظ

کے لئے غیر انڈین مسلمان بھی فکرمند ہیں اور اس سلسلے میں کوئی بھی قدم اٹھا سکتے ہیں ہندوستان کے مسلمانوں میں بڑھتی ہوئی اس بیداری اور جہاد کے ساتھ ان کے والہانہ تعلق کو ہی دیکھتے ہوئے کچھ عرصہ قبل عالم اسلام کے عظیم مفکر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ———— اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا کہ ہندوستانی مسلمانوں کو مایوس نہیں ہونا چاہئے انشاء اللہ ان کے وجود کو ہندوستان میں کوئی نہیں مٹا سکتا بلکہ مسلمانوں نے ہی آئندہ ہندوستان کی زمام اقتدار سنبھالنی ہے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم کے یہ الہامی الفاظ ایک روشن مستقبل کی طرف واضح اشارہ کرتے ہیں حضرت مولانا جیسے عظیم مفکر اور جہاندیدہ ولی کے یہ الفاظ ہرگز ہرگز کسی خوش فہمی یا وقتی جذبات پر مبنی نہیں ہیں بلکہ حضرت مولانا حالات کو سمجھنے اور ان کا تجزیہ کرنے کی جو صلاحیت رکھتے ہیں وہ انہیں کی خصوصیت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ گزشتہ پینتالیس سال کے عرصے میں ہندوستانی مسلمانوں کو خواب آور دوائیں دے کر غافل رکھنے کی ہر کوشش کی گئی ہے ان کے ایمان اور جان پر طرح طرح سے ڈاکے ڈالے گئے۔ ان کی اقتصادیات کو بری طرح سے کچلا گیا ان میں خود اعتمادی ختم کرنے کے لئے احساس محرومی کو اجاگر کرنے کی ہر کوشش کی گئی علماء اور دینداروں کی قیادت سے انہیں محروم کر کے نام نہاد

اور خود غرض مسلمان قیادت کو ان پر مسلط کر دیا گیا اس مفاد پرست قیادت نے مسلمانوں کی اجتماعیت اور قوت کو پارہ پارہ کرنے میں وہ کردار ادا کیا جو شاید متعصب ہندو نہ کر سکتے مگر اس کے باوجود اب ہندوستان کے مسلمان پھر اپنی سنہری تاریخ کو دیکھ رہے ہیں خطرات کو محسوس کر کے حالات سے نمٹنے کی تیاری کر رہے ہیں اور جذبہ جہاد اور شوق شہادت ان میں زندہ ہوتا جا رہا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ ان کو بیرونی انصار کا تعاون بھی حاصل ہوتا چلا جا رہا ہے۔

منصوبے خاک میں مل گئے

اس قدرے تفصیلی جائزے کے بعد ہم اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں کہ کفریہ طاقتیں باوجود اس کے کہ وہ اسلام کے خلاف بغض و عداوت کی انتہا تک پہنچ چکی ہیں اور ان کے دانشور اسلام اور مسلمانوں کو ترقی یا یوں کہیں امریکی، یورپی اور صیہونی مفادات کے راستے کی سب سے بڑی اور آخری رکاوٹ سمجھتے ہیں اور ان کے مفکرین اسلام اور مسلمانوں کو دنیا کے لئے ایسا کینسر قرار دے چکے ہیں جسے مل کر کاٹنا ازحد ضروری ہے۔ مگر اس کے باوجود ان کے ہاتھ رکے ہوئے ہیں اور وہ اپنی ہر خواہش کو پورا کرنے کے لئے ترس رہے ہیں کیونکہ جتنا کچھ وہ مسلمانوں کے خلاف کر رہے ہیں یہ اس کا ہزارواں حصہ بھی نہیں جتنا کچھ وہ کرنا چاہتے ہیں

آخر کیوں؟ حالات یہ بتاتے ہیں کہ انہیں ان اسلامی طاقتوں سے خطرہ ہے جو غیر سرکاری طور پر دنیا بھر میں جڑیں پھیلا چکی ہیں انہیں ان نوجوانوں کا ڈر ہے جو اب تک یورپ کی شراب اور رخسار کے اسیر ہونے کی بجائے حوروں کے عاشق ہیں۔ انہیں ان سرفروشوں سے خوف ہے جو سیلنا سیلنا الجہاد الجہاد کے نعرے لگا رہے ہیں انہیں راہ حق کے ان مسافروں سے خطرہ ہے جو مال کمانے کے لئے نہیں بلکہ اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے ملکوں اور سرحدوں کو پار کرتے چلے جا رہے ہیں آج امریکہ اور یورپ عام مسلمانوں کو یہ تاثر دینے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے کہ بنیاد پرست اور جہاد پسند مسلمان دوسرے مسلمانوں کے مصائب اور پریشانیوں کے ذمے دار ہیں حالانکہ آج مسلمانوں پر جس قدر مصائب اور آلام ان مجاہدین کی وجہ سے رکے ہوئے ہیں ان کی شدت کا اندازہ لگانا کچھ مشکل کام نہیں ہے اگر خدانخواستہ مسلمانوں کی یہ مضبوط ڈیفنس لائن وجود میں نہ آچکی ہوتی تو درندگی اور وحشت کا وہ مظاہرہ ہوتا جسے سوچ کر روح کانپ جاتی ہے اور دانتوں کو پسینہ آجاتا ہے آپ خود سوچئے تیل کی دولت پر مسلمانوں کا بلاشرکت غیرے کنٹرول امریکہ، یورپ اور صیہونیوں کو کہاں برداشت ہے؟ خود امریکہ اور یورپ میں مسلمانوں کی سینکڑوں مساجد اور ان کے بڑے بڑے کاروبار ہر گورے کافر کو کھٹکتے ہیں؟ سوویت

یونین کے انحلال کے بعد کئی اسلامی ملکوں کا وجود میں آنا ان کو کہاں ہضم ہو رہا ہے؟ سوڈان اور افغانستان بھی خالص اسلام پسند حکومتوں کے قیام کو دیکھنا ان کو کہاں گوارہ ہے مشرقی افریقہ سے پھیلتے ہوئے اسلام کا پورے افریقہ کو منور کرنا ان کے لئے کس قدر تکلیف دہ ہے؟

بلا مبالغہ حقیقت یہ ہے کہ آج دشمنان اسلام کے لئے مسلمانوں کا وجود اور اسلام کا نام ہی قابل برداشت نہیں ہے انہیں مسلمانوں کے ہاتھوں ماضی میں اپنے طاقتور آباؤ اجداد کا حال معلوم ہے اور وہ ماضی کے دور کو مستقبل میں دہرائے جانے کے خطرے کو ختم کر دینا چاہتے ہیں اس کے لئے طویل عرصے تک انہوں نے محنت کر کے مسلمانوں سے خلافت‘ اجتماعیت اور جہاد کو چھینا‘ قومیت اور وطنیت کے جذبے کو بڑھاوا دے کر انہیں ٹکڑیوں میں بانٹا اور وہ ماحول تیار کیا جس میں مسلمانوں کا خاتمہ آسان ہو جائے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اسلامی ممالک کی حکومتوں پر اپنے اداروں اور یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل کفر پسند مفاد پرست بزدل اور عیاش حکمرانوں کو بٹھانے کی کامیاب کارروائی کی۔ اب جبکہ میدان انکی نظر میں صاف تھا اچانک افغانستان کا جہاد شروع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے قدیم اسلامی تحریکیں منظم ہو گئیں اور مزید نئی طاقت ور تنظیمیں وجود میں آگئیں بکھرے ہوئے رجال کار متحد ہو گئے۔ خالی ہاتھوں میں ہتھیار اور

طویل عرصے سے تربیت کے لئے تڑپتے دلوں کو ٹریننگ مل گئی امت میں دوبارہ شہدا اور شہادت کے تذکرے مہکنے لگے۔ ہمت و جرات کی داستان پارینہ پھر قصہ حال بن گئی۔ سازشوں کے اندھیروں میں جہاد افغانستان ایک نور بن کر چمکا جس نے مسلمانوں کو اس کے دوست اور دشمن سب ہی دکھا دیئے اور دشمنوں سے بچنے اور نمٹنے کے لئے وہ راستہ دکھا دیا جس پر سازشوں اور تاویلوں کے انبار کے انبار ڈال دیئے گئے تھے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے جہاد افغانستان سے ایسا فائدہ نہیں اٹھایا جیسا اٹھانا چاہئے تھے؟ مگر جس قدر فائدہ اٹھایا گیا وہ بھی الحمد للہ ایک بڑی نعمت ہے اس عظیم جہاد کے دوران مشرق وسطی سے لے کر وسط ایشیا تک اور یورپ سے لے کر افریقہ تک اسلامی تحریکوں میں نئی جان پڑ گئی۔ اور اسلام کے مکمل خاتمے اور زوال کا خواب دیکھنے والوں کی امیدوں پر ایک اوس سی پڑ گئی۔

پرانے شکاری نئے جال

بہر حال اسلام دشمن طاقتوں نے ابھی تک ہمت نہیں ہاری پرانے شکاری نئے جال لے کر میدان میں اترے ہوئے ہیں ان کے دانشوروں نے راتوں کو سونا چھوڑ رکھا ہے۔ بقول ایک عرب مجاہد رہنماء کے کہ جب مسلمان راتوں کو اپنے کمروں کی روشنی گل کر کے سونے لگتے ہیں اس وقت

ان کے دشمن اپنی بتیاں جلا کر سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں۔ مگر فرق اتنا ہے کہ ایک زمانے تک یہ سب کافر مسلمانوں کو کچھ بھی نہ دینے پر متفق تھے اور مسلمانوں کی ہر آواز کو سختی سے دبانے اور کچلنے کا عزم رکھتے تھے مگر اب وہ کچھ دے کر اور چھوٹا خطرہ مول لے کر بڑا خطرہ ٹالنے کی سوچ پر مجبور ہیں۔ اسی لئے وہ یاسر عرفات کو فلسطین کا ایک پورا حصہ تھالی میں رکھ کر پیش کر رہے ہیں تاکہ حماس جیسی خالص اسلامی جماعت کی یلغار سے محفوظ رہ سکیں انشاء اللہ سابقہ سازشوں کی طرح یہ سازش بھی بری طرح ناکام ہوگی بلکہ ہم نے تو اسرائیل فلسطین کے معاہدے کے بعد یہ عرض کر دیا تھا کہ جہاد فلسطین تو اب شروع ہو گا۔ لیکن یہاں یہ بات بیان کرنا مقصود ہے کہ مسلمان مجاہدین کا خوف ہی کفر کو اس پر مجبور کر رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کے تئیں اپنے رویے کو تبدیل کریں اور انہیں بالکل مٹانے کا خواب دیکھنا چھوڑ کر اب اپنے تحفظ کی فکر کریں۔

اب جبکہ دنیا بھر میں امت مسلمہ کے تحفظ کا ظاہری ذریعہ یہی مجاہدین ہیں جنہیں شدت پسند، دہشت گرد، بنیاد پرست کہا جا رہا ہے تو اس بات کی ضرورت بہت بڑھ جاتی ہے کہ جہادی تنظیمیں خود کو خوب منظم کریں اور مجاہدین کی ایسی تربیت کریں کہ وہ جہاد کا حق ادا کر سکیں اور ایسے اعمال اور کردار کو اپنائیں جس سے جہاد کو طاقت ملے اور ایسے اعمال سے بچیں جو

جہاد یا مجاہدین کو کمزور کرنے کا ذریعہ بن جائیں۔ مجاہدین کو یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ انہوں نے جہاد کے ذریعہ امت مسلمہ کا تحفظ بھی کرنا ہے اور اپنے اعمال، اخلاق اور کردار سے جہاد کا بھی تحفظ کرنا ہے یا یوں کہا جائے کہ اسلام کی عظمت اور امت مسلمہ کے تحفظ کے لئے جہاد کی ضرورت ہے اور جہاد کی حفاظت کے لئے کچھ خصوصی اعمال اور اخلاق کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی اور امت مسلمہ کے تحفظ کے لئے دشمنان اسلام سے باقاعدہ لڑنا اور جہاد کی حفاظت کے لئے نام نہاد مسلمان حکومتوں کے اور اپنے نفس اور شیطان کے شر سے بچنا مجاہدین کی ایسی ذمہ داری ہے جس میں ذرہ بھر کوتاہی یا غفلت پوری امت کے لئے سخت نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ مجاہدین کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ جہاد کی یہ عظیم نعمت اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل سے پھر اجتماعی طور پر زندہ فرمائی ہے۔ جہاد تو ہمیشہ سے جاری ہے اور جاری رہے گا البتہ اس وقت جس انداز سے اور جن حالات میں یہ شروع ہوا یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت اور فضل ہے اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جہاد کی محنت ایسے موثر اور مربوط انداز میں پھیل چکی ہے کہ اسے روکنا دنیا کی کسی طاقت کے بس میں نہیں ہے البتہ جہاد کو کسی بھی طرح کی بدنامی اور کمزوری سے بچانے کی ذمے داری بھی ان مجاہدین پر عائد ہوتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے

جہاد جیسی عظیم اور افضل عمل کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

عسکری تنظیموں کیلئے خطرہ

مجاہدین کی ان تنظیموں کو سب سے زیادہ خطرہ ان حکومتوں سے ہے جو کفریہ طاقتوں کی سازشوں اور اسلامی سیاسی پارٹیوں کے باہمی نزاع اور عملی سست روی کی بدولت اسلامی ملکوں کا اقتدار سنبھال چکی ہیں۔ ذہنی غلامی کا شکار اور اسلامی جذبے سے محروم یہ حکمران اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے کوئی بھی قدم اٹھانے سے دریغ نہیں کرتے اگر انہیں اپنی حکومت کے لئے اسلام کا نام درکار ہو تو پھر وہ اسلام اسلام کرتے نہیں تھکتے اپنے سروں پر سفید ٹوپیاں اور ڈوپٹے اوڑھ لیتے ہیں مسجدوں اور مزاروں کے چکر لگاتے ہیں لیکن جب انہیں اپنے بیرونی آقاؤں کی طرف سے آنکھیں دکھائی جاتی ہیں تو یہی حکمران صبح شام اپنے بنیاد پرست نہ ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہیں مساجد پر بلڈوزر چلاتے ہیں اور مدارس کی پامالی پر اتر آتے ہیں اسلامی قوانین کی کھلم کھلا دھجیاں بکھیرتے ہیں اور اسلام کے اہم اصول کو ملا ازم اور رجعیت پسندی کا نام دے کر ٹھکرا دیتے ہیں۔ اس صدی کے ان چلتے پھرتے منافقوں سے ہر وقت اسلام اور مسلمانوں کو خطرہ لاحق رہتا ہے مسلمانوں کے حکمران کہلانے والے ان غلاموں کے منہ شراب سے نا آشنا

نہیں اور ان کی جائیدادیں یورپ اور سوئزرلینڈ میں بڑھتی چلی جارہی ہیں وہ اپنی چھٹیاں ایسے ماحول میں گزارنے جاتے ہیں جہاں شیطانیت اپنی ترقی اور عروج پر نظر آتی ہے عیاشی کے یہ غبارے لذت خود نمائی سے سرشار رہتے ہیں۔ جو بھی ان میں تعریفوں کی ہوا بھرتا رہے یہ ان کا منہ بھرتے رہتے ہیں اور جھوٹے فخر کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے جہالت کے پتلے نہ اپنی زبان سے بولتے ہیں اور نہ اپنے دماغوں سے سوچتے ہیں ان کے سینے دل سے خالی اور زبانیں صداقت سے محروم ہیں یہ ایسے ریموٹ کنٹرول کھلونے ہیں جن سے ان کے آقا جو چاہیں کرواسکتے ہیں اور جو چاہیں کہلوا سکتے ہیں۔ اس لئے اسلامی ملکوں کے اکثر حکمران قابل استعمال تو ہیں لیکن قابل اعتبار نہیں۔ مجاہدین ضرورت محسوس کریں تو ایک خاص فاصلے سے ان حکمرانوں کو اپنے نیک مقاصد کے لئے استعمال کرسکتے ہیں لیکن اگر انہوں نے ان پر ذرہ برابر اعتماد کی غلطی کی تو اس کا انہیں بہت بھیانک خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ ان حکمرانوں سے دوستی ہو یا دشمنی کسی حال میں بھی اسلامی تحریکوں کو ان کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھنا چاہئے۔ اپنے دوستوں کو بغیر ڈکار لئے ہضم کرلینا ان حکمرانوں کا شیوہ رہا ہے۔

اس لئے ہر چھوٹی بڑی تنظیم کو ایسے اقدامات کرکے رکھنے چاہئیں جن

کی بدولت وہ ان حکمرانوں کے متوقع شر سے بچ سکیں اور اگر یہ حکمران اپنے آقاؤں کے اشارے پر ان تنظیموں پر پابندی لگانا چاہیں یا ان کی کارروائیوں کو روکنا چاہیں تو تنظیموں کے پاس پہلے سے ایسے اقدامات اور انتظامات ہونے چاہیں کہ ان کا کام ایک لمحہ بھی بند نہ ہو وہ اقدامات کیا ہیں؟ اور وہ انتظامات کیا ہیں؟ یہ معاملہ ہم ان افراد کی فہم و فراست اور تدبیر پر چھوڑتے ہیں جن کے کندھوں پر فی الحال ان تنظیموں اور اداروں کی ذمے داری کا بوجھ ہے انہیں چاہئے کہ وہ سر جوڑ کر بیٹھیں اور اس مسئلے کو دیگر مسائل سے مقدم رکھ کر فوری اقدامات کریں کیونکہ کسی بھی لمحے کچھ ہونے کے امکان کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ چونکہ ہر علاقے اور ہر تنظیم کے اپنے حالات ہوتے ہیں اور پھر ایسی چیزوں کو تحریر میں لانا بھی مناسب نہیں ہوتا اس لئے ان اقدامات کو لکھنا ممکن نہیں البتہ بعض اہم معاملات کی طرف اشارہ کرنا شاید مفید ہو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جس شاخ پر نشیمن ہو اسے نہیں کاٹنا چاہئے اس لئے جہادی تنظیموں کو اپنی عملی عسکری کارروائیاں میدان جنگ تک محدود رکھنی چاہیں اور اپنے اسلامی ممالک میں ایسی عسکری کارروائیاں نہیں کرنی چاہئیں جن سے حکومتوں کے ساتھ کھلم کھلا ٹکراؤ کی صورت حال پیدا ہو جائے کیونکہ ایسی صورتحال کا فائدہ دشمنان اسلام کو ہی پہنچے گا۔ یہ حالت اس وقت تک برقرار رکھی جائے جب تک اس ملک میں مذہبی سیاسی پارٹیاں دینی ادارے اور مذہبی رہنماء مختلف طریقوں سے اسلام کے اقتدار کے لئے کوشاں ہوں ایسے وقت میں عسکری تنظیموں کو اپنی ساری توجہ افراد سازی۔ جہادی تربیت۔ جہادی دعوت۔ اور میدان جنگ پر مرکوز رکھنی چاہئے اور اپنے ملک میں عسکری کارروائیوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔ لیکن جب ملک کی مذہبی سیاسی پارٹیاں اور دینی رہنماء اور راسخ العلم علماء کرام اتفاق رائے سے اسلامی انقلاب کے لئے پر امن کوششوں سے مایوس ہو جائیں اور پر امن جدوجہد کو چھوڑ کر اعلان جہاد کر دیں تو پھر صورتحال بدل جاتی ہے۔

چونکہ ہمارے ملک پاکستان میں فی الحال اسلامی انقلاب کی جدوجہد مختلف پر امن طریقوں سے جاری ہے اور وہاں کے علماء کرام نے جہاد کا فتویٰ اور اعلان نہیں فرمایا اس لئے پاکستان میں موجود جہادی تنظیموں کو اپنی ساری محنت افراد سازی، تربیت اور محاذ جنگ پر مرکوز رکھنی چاہئے اور حکومت سے کھلم کھلا ٹکراؤ کی پالیسی اختیار نہیں کرنی چاہئے اور محاذ جنگ میں فی الحال سب سے زیادہ قریب اور مستحق محاذ کشمیر کا محاذ ہے جہاں اس وقت معرکہ حق و باطل آخری لمحات تک پہنچ چکا ہے اور دونوں فریق تھک چکے ہیں اب وہی کامیاب ہو گا جو آخری زور لگا دے گا اور اس تھکاوٹ اور کمزوری کو ظاہر نہیں ہونے دے گا۔

مجاہدین کے حکومتوں کیساتھ تعلق کی نوعیت

دوسری اہم بات یہ ہے کہ جہادی تنظیموں کو کسی بھی مرحلے پر اپنی حکومتوں کا مکمل آلہ کار بن کر نہیں رہنا چاہیے۔ حالات کے تقاضے اور جہاد اور مسلمانوں کی مصلحت کے پیش نظر حکومت کو تعاون دینا اور حکومت سے تعاون لینا کچھ برا نہیں بلکہ بعض حالات میں اشد ضروری ہے لیکن اپنے اسباب و وسائل کے معاملے میں مکمل طور پر حکومت پر بھروسہ کر لینا اور پالیسیوں میں حکومت کی زائے کے سامنے جھکنا خودکشی کے مترادف ہوگا۔ حکومتوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ابتداء میں اپنے افراد اور آدمی ان تحریکوں میں گھساتے ہیں جو آہستہ آہستہ اہم مقامات تک پہنچ کر ان تحریکوں اور تنظیموں کو حکومت کے ہاتھوں مفلوج کر کے رکھ دیتے ہیں۔

چنانچہ مجاہدین کو اس معاملے پر کڑی نظر رکھنی چاہیے اور اپنی آزاد پالیسیوں پر عمل پیرا رہنا چاہیے کام بڑھانے کے نام پر حکومت کے اسباب و وسائل پر مکمل تکیہ نہیں کرنا چاہیے اور حکومت کی اچھی پالیسیوں پر عمل کرنے سے پہلے بھی خوب سوچ لینا چاہیے اور ہر سفید و سیاہ پہلو کو دیکھ لینا چاہیے پھر اگر اس پالیسی میں خیر اور بہتری نظر آئے تو اس طور پر اسے لینا چاہیے کہ یہ مجاہدین کی اپنی پالیسی ہے نہ کہ حکومت کی۔ اس سلسلے میں سب سے اہم اقدام یہ ہو کہ تنظیموں کے مرکزی قائدین اور ارباب حل و عقد حکومتی وسائل (مثلاً" سرکار کی طرف سے ملی ہوئی گاڑی مکان وغیرہ) کو ہرگز استعمال نہ کریں اور حتی الوسع کوشش کریں کہ حکمرانوں کے ان دسترخوانوں سے دور رہیں جو دلوں کو مردہ کر دیتے ہیں ہاں دینی ضرورت کے وقت، کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اپنی جہادی شان برقرار رکھتے ہوئے یہ کام کیا جائے۔ بے شک جہاد ایسا عمل ہے جس میں انسان پتھریلے اور ریتیلے خونریز میدانوں سے یا تو تاج شہادت پہن کر جنت کے محلات تک پہنچتا ہے یا پھر فتح و نصرت اور بہادری کے اعزاز پا کر دنیا کے محلات اس کے قدموں تلے آتے ہیں مگر مجاہد کے دل میں کبھی بھی ان دنیاوی محلات' فائیو اسٹار ہوٹلوں اور چمکتی گاڑیوں کی عظمت اور اہمیت نہیں بیٹھنی چاہیے اسے ہمیشہ ان پتھریلے میدانوں کا عاشق رہنا چاہیے جہاں حقیقی عظمت اور سکون کا راستہ ملتا ہے اور انسانیت کو انسانوں اور دنیا کی زیب و زینت کی غلامی سے نجات ملتی ہے اگر خدانخواستہ زندگی کے کسی موقع پر مجاہد خود اس دنیاوی زیب و زینت کا اسیر بن گیا جس سے انسانیت کو آزادی دلانے کی خاطر وہ پتھریلے میدانوں میں اترا تھا تو یہ اس کی ناکامی ہوگی۔ دنیا کے انہیں محلات اور اسی چمک دمک کو حضرات صحابہ کرام "ضیق الدنیا" دنیا کی تنگی قرار دیا کرتے

تھے اور اس دنیاوی تنگی سے انسانیت کو نجات دلانا اپنے مشن کا حصہ بتایا کرتے تھے۔ میرا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ مجاہد دنیاوی سہولتوں اور آلات کو استعمال نہ کرے بلکہ میں تو ہمیشہ سے یہ کہتا ہوں کہ جہاد کی خاطر زیادہ سے زیادہ اسباب و وسائل کو استعمال کرنا چاہئے اور مجاہدین کے پاس تو اسباب و آلات کی فراوانی ہونی چاہئے اگر یہودیوں کے لیڈر اپنی صیہونیت پھیلانے کے لئے ہیلی کاپٹروں کا استعمال کرتے ہیں تو ان کا مقابلہ کرنے والے مجاہدین کے پاس بھی ایسی ہی برق رفتار سواریاں ہونی چاہئیں تاکہ ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کرنے میں سہولت ہو اور دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچایا جاسکے۔ البتہ میرا مقصد یہ ہے کہ مجاہد کو ہر موقع پر اپنی جہادی شان برقرار رکھنی چاہئے اس وقت بھی جب وہ میلوں پیدل سفر کرکے دشمن سے لڑتا ہو اور اس وقت بھی جب گاڑیوں اور جہازوں کے دروازے اس کے لئے کھولے جاتے ہوں مجاہد اللہ تعالیٰ کا سپاہی ہے اور اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے اس کے سپاہی کو زیب نہیں دیتا کہ حقیر دنیا (جس کے فساد سے انسانیت کو بچانے کی وہ جدوجہد کر رہا ہے) اس کے دل و دماغ پر چھا جائے اور دنیا کی تھوڑی سی فراوانی اس کے انداز اس کی چال اور اس کے خیالات کو بدل دے۔ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ ایک سچے مجاہد کے دل میں دنیا کے بڑے سے بڑے آلات و وسائل اور آنکھوں کو خیرہ کرنے والی چمک دمک ہرگز اثر

انداز نہیں ہوتی اور مجاہد کے دل میں کوئی مقام نہیں لے سکتی جب تک وہ مجاہد میدان جنگ سے وابستہ رہے، موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے رکھے اور اپنے انتظامی معاملات میں الجھ کر ان میدانوں سے یکسر دور نہ ہوجائے جہاں فرشتے اترتے ہیں۔ حق و باطل ٹکراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نصرت آنکھوں سے نظر آتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے لقاء یعنی موت کا قرب میسر آتا ہے۔ اگر مجاہد خطرات بھری زندگی کو یکسر نہ چھوڑے تو دنیا اس کے دل میں جگہ نہیں پاتی اور یہاں کے بڑے بڑے محلات اور کاریں کوٹھیاں اس کی نظر میں حقیر رہتی ہیں اور اس کا دل ہمیشہ فتح اور شہادت کے لئے تیار رہتا ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ ایک مجاہد میدان جنگ سے یکسر دور ہوجائے اور قتال کے عمل سے خود کو بلند سمجھ کر اس کے قریب ہی عملی طور پر نہ پھٹکے اور اسے اپنی زندگی کچھ زیادہ ہی قیمتی محسوس ہونے لگے اور وہ بھی کانفرنسوں، جلسوں، اجلاسوں اور ملاقاتوں اور پر امن سفروں میں مگن ہوجائے تو پھر اس کے دل میں دنیا کی قدر آجانے اور دنیا کی ضرورت محسوس کرنے کے مرض لگ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے بعض اوقات تو اپنی عزت اور عہدے کا شوق جسے حب جاہ کہا جاسکتا ہے اور دنیا کی ظاہری چمک دمک کا شوق جسے حب مال کہتے ہیں پیدا ہوجاتا ہے جو کہ ایک مجاہد کے لئے کینسر سے زیادہ خطرناک اور موذی ہے۔ دوسری طرف جہاد کے پھیلتے

ہوئے کام کو سنبھالنے اور جہاد کی بڑھتی ہوئی ضرورت کو پورا کرنے اور جہاد کے لئے وسائل حاصل کرنے کی خاطر اور جہاد کی دعوت کو موثر انداز سے دنیا کے سامنے پیش کرنے اور دشمنان اسلام کے پروپیگنڈے کو توڑنے کی خاطر یہ بھی ضروری ہے کہ کچھ کار آمد اور باصلاحیت افراد میدان جنگ سے دور رہ کر انتظامی معاملات کو سنبھالیں۔ نشرو اشاعت اور دعوت جہاد کا کام کریں مجاہدین کی لئے اسباب کی فراہمی کو یقینی بنائیں یہ تمام اعمال بھی جہاد کا اسی طرح اہم حصہ ہیں جس طرح اگلے محاذوں پر جاکر دشمن سے لڑنا۔ لیکن ان شعبوں میں کام کرنے والے افراد کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر سال کم از کم ایک ماہ یا چالیس دن موت کے خطرات سے آنکھیں ملانے' گولیوں اور گولوں کی آوازوں سے اپنے ایمان کو تقویت پہنچانے اور میدان جنگ کی خوشبودار مٹی کو سونگھ کر دنیا کی زیب و زینت کی حقارت کو دل میں جاگزیں کرنے کے لئے میدان جنگ میں اترا کریں۔ اگر میدان جنگ اس قسم کا ہو جہاں ایک ماہ یا چالیس دن گزارنا مشکل ہو تو وہ ایک عام مجاہد کی حیثیت سے ٹریننگ سینٹروں میں جاکر مزید تربیت حاصل کریں یا تربیت دیں یا بیس کیمپوں میں جاکر مجاہدین کے آنے جانے کی خدمات میں ہاتھ بٹائیں یا کسی دشمن کے ملک میں جاکر معلومات جمع کریں تاکہ قتال کے مبارک اور ضروری عمل سے ان کا تعلق بلاواسطہ رہے اور ان کے ایمان اور صلاحیتوں کو زنگ نہ لگ جائے۔ یہ ایک ایسا اہم نکتہ اور ایسی اہم

ضرورت ہے کہ کسی بھی مجاہد کو یا کسی بھی ایسے خوش قسمت شخص کو جسے مجاہدین کی قیادت کا شرف حاصل ہے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اور خود کو اس سے مستثنیٰ نہیں سمجھنا چاہئے۔ اسی طرح جہاد کے اعلیٰ ترین اور اہم ترین مفادات اور مقاصد کی خاطر میدانوں میں برسرپیکار افراد کو بھی کبھی کبھار انتظامی کاموں میں لانا چاہئے تاکہ انتظامی کام کرنے والے افراد کے ساتھ کسی بھی ممکنہ حادثے کی صورت میں قیادت کا بحران پیدا نہ ہو اور انتظامات کو دھچکا نہ لگے۔ اس ترتیب سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ ایسے افراد میسر آئیں گے جن میں جہاد فی سبیل اللہ کے ہر شعبے کی خاطر خواہ صلاحیت موجود ہوگی اور ایک منظم کام کے لئے ایسے افراد کی اشد ضرورت ہوتی ہے جو میدان جنگ میں بہترین کمان کرسکیں اور کسی میٹنگ میں بہترین نمائندگی کرسکیں اور انتظامی میدان میں ان کو خوب دسترس حاصل ہو۔ بم سازی بھی جانتے ہوں اور فائلیں بنانا بھی۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ جہاد کے تمام شعبے باہم مربوط اور ایک دوسرے کے معاون رہیں گے اور ان کے منتظمین اور کارکنوں کے درمیان کھچاؤ اور اجنبیت کا وہ پہلو نہیں رہے گا جو بعض شعبوں کے لئے مستقل طور پر بعض افراد کو مخصوص کرنے سے پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایک شعبے میں کام کرنے والوں کو جب یہ احساس ہو جائے کہ یہ کام تو ہمارے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا تو ان کے اندر کسی طرح

کا بھی بگاڑ یا کمزوری پیدا ہو سکتی ہے اور دوسرے شعبوں سے ان کا ٹکراؤ پیدا ہو سکتا ہے اس لئے ہر شعبے کے افراد بدلتے رہنے چاہئیں۔ اس ترتیب میں سب سے اہم فائدہ یہ ہو گا کہ ایک شخص ایک شعبے میں خاطر خواہ صلاحیت رکھنے کی بدولت اس شعبے میں کسی ذمہ داری والے عہدے پر فائز ہے لیکن جب اسے کچھ دن کے لئے دوسرے ایسے شعبے میں بھیجا جائے گا جس میں اس کی صلاحیت پہلے والے شعبے جیسی نہیں ہوگی تو اس شعبے میں اسے کسی کی رہنمائی میں ایک عام کارکن کی حیثیت سے کام کرنا پڑے گا تو اس میں منوانے کے جذبے کے ساتھ ماننے کا جذبہ بھی پیدا ہو گا۔ ایک ذمہ دار کے ذہن کی طرح اسے عام کارکن کے ذہن اور اس کی طبیعت سے بھی واقفیت ہوگی وہ خود جب کارکن بنے گا تو اسے آئندہ کارکنوں کو چلانے میں بھی سہولت ہوگی اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہمیشہ بڑے عہدے پر رہنے اور حکم دینے کی وجہ سے اگر خدانخواستہ جذبہ عاجزی و انکساری میں کچھ کمی آئی ہے تو مامور بننے اور حکم ماننے کی وجہ سے یہ جذبہ دوبارہ پوری آب و تاب سے زندہ ہو گا اور اس کی شخصیت کو مزید نکھار دے گا اور اس کی صلاحیتوں کو چار چاند لگا دے گا اور ایک فائدہ اس ترتیب میں یہ ہو گا کہ کوئی بھی شعبہ کسی فرد یا افراد کی مرہون منت بن کر نہیں رہے گا کہ اگر وہ فرد یا افراد شہید ہو جائیں یا خدانخواستہ کام سے بیٹھ جائیں تو پھر یہ شعبہ لاوارث رہ جائے بلکہ اس شعبے کو چلانے والے افراد وافر مقدار میں مندرجہ بالا ترتیب کی بدولت میسر آسکتے ہیں۔ یہاں ایک بات خاص طور سے یاد رکھنی چاہئے کہ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسی فرد میں کسی خاص شعبے کی صلاحیت اس قدر رکھی ہے کہ اس کی بدولت اس شعبے میں بہت کام ہو رہا ہے اور اگر اسے اس شعبے سے بے دخل کیا گیا تو کام میں خاطر خواہ فرق پڑ سکتا ہے تو پھر یہ ترتیب بنانی چاہئے کہ اس فرد کو اس شعبے سے منسلک رکھ کر دوسرے شعبوں میں اس سے وقتاً ”فوقتاً“ کام لیا جائے تاکہ دوسرے شعبوں کا تجربہ بھی اسے حاصل ہو اور اس کے اپنے شعبے میں اسے ایسے افراد دیئے جائیں جن میں وہ پوری محنت کر کے اپنی تمام تر صلاحیت منتقل کرنے کی کوشش کرے اور ان کی ایسے نہج پر تربیت کرے کہ کسی بھی امکانی حادثے کی صورت میں وہ افراد اس شعبے کو سنبھال سکیں۔

یہ تو تھے بعض وہ اقدامات جن کے ذریعے سے انشاء اللہ جہادی تنظیمیں اور مجاہدین، گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی اور غیروں کے ہاتھوں میں کھیلتی اپنے ممالک کی حکومتوں کے شر سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

اب بعض ایسے انتظامی امور کی طرف مجاہدین کرام کی توجہ دلاتے ہیں جن کا اہتمام جہادی تنظیموں کے لئے ازحد ضروری ہے اور ان امور میں

کسی بھی طرح کا تساہل انتہائی غیر مفید ہو سکتا ہے۔

جہادی تنظیموں کیلئے مفید نظام

آج کل دینی تحریکوں میں دو طرح کے انتظامی انداز دیکھنے کو ملتے ہیں ایک تو دینی سیاسی جماعتوں کا انتظامی انداز ہے اس پر مروجہ جمہوری طرز کا غلبہ ہے اور عام سیاسی جماعتوں کے اصول، ضوابط اور اصطلاحات کا بکثرت اس میں استعمال ہوتا ہے مثلاً ”ایک ہی تنظیم کے افراد داخلی عہدوں کے لئے باقاعدہ ایک دوسرے کے خلاف انتخابی مہم (کمپین) چلاتے ہیں۔ بڑے عہدوں پر ہونے والے الیکشن میں ووٹوں کا جوڑ توڑ ہوتا ہے تنظیمی ڈھانچے توڑے جاتے ہیں۔ کبھی عبوری اور کبھی مستقل ڈھانچے بار بار بنتے ہیں۔ امیر یا کوئی اور عہدیدار مستقل نہیں ہوتا بلکہ اسے ایک خاص مدت تک کے لئے چنا جاتا ہے اور پھر اسے اس مدت کے بعد دوبارہ انتخابات لڑنے پڑتے ہیں۔ بار بار باہمی اور داخلی انتخابات کی وجہ سے بہت کم متفقہ عہدیدار بنتے ہیں اکثر انہیں افراد کو چنا جاتا ہے جو زیادہ ووٹ لے کر آئے ہیں اس طرح سے ہارنے والے امیدوار اور اس کے حامیوں کی شکل میں ایک اپوزیشن مرکز سے لے کر عام حلقے تک موجود ہوتی ہے جو اس موقع کی تاک میں رہتی ہے کہ کس طرح سے موجودہ عہدیدار کو ہٹا کر ان کے

پسندیدہ امیدوار کو لایا جائے۔ (وغیرہ وغیرہ) اسلامی سیاسی جماعتوں کے نظام میں ان امور کے شامل ہونے کی وجہ سے ہر جماعت میں الگ الگ گروپ اور الگ الگ لابیاں پائی جاتی ہیں اور کبھی کبھی کوئی خاص گروپ یا لابی اس قدر طاقت ور ہو جاتی ہے کہ وہ ایک الگ تنظیم یا ایک متوازی دھڑا بھی قائم کر لیتی ہے۔ ہمارا مقصد یہاں اس نظام پر تنقید کرنا نہیں ہے کیونکہ جن مخلص حضرات نے یہ نظام بنایا ہے اور چلا رہے ہیں وہ ضرور اس میں فوائد دیکھتے ہوں گے اسی لئے انہوں نے اس نظام کو برقرار رکھا ہوا ہے۔

دوسری طرف بعض دینی جماعتوں میں ایک منفرد نظام پایا جاتا ہے مثلاً ”تبلیغی جماعت جو کہ امت مسلمہ کی سب سے بڑی سب سے مقبول اور سب سے فعال جماعت ہے اس میں نہ تو امیر کے علاوہ کوئی عہدہ ہوتا ہے اور نہ ہی امیر کے چناؤ کے لئے کوئی الیکشن وغیرہ کی ترتیب ہے اس جماعت میں تشہیر اور تبلیغ کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے ”شفوی“ اور سینہ بسینہ“ وہ نہ تو اشتہار نکالتے ہیں نہ لٹریچر چھاپتے ہیں امیر کا فیصلہ حرف آخر ہوتا ہے اور وہ مشورے کو ماننے کا پابند نہیں اور امیر تاحیات ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

جہادی تنظیموں کے لئے ان دونوں نظاموں کو من و عن اپنانا ممکن نہیں ہے کیونکہ خالص سیاسی نظام جس میں سیاسی سرگرمیاں داخلی اور خارجی طور پر جاری رہتی ہیں مجاہدین کے لئے اس لئے ممکن نہیں کہ ان کی

مصروفیات اور حالات سیاسی جماعتوں سے یکسر مختلف ہیں سیاسی کارکنوں کو اپنے گھروں اور علاقوں میں رہ کر یہ کام کرنے ہوتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ الیکشن کے ایام میں خصوصی محنت کرنی پڑتی ہے یا پھر کسی تحریک کے لئے جلوس جلسوں کا انتظام کرنا اور ریلیاں چلانی ہوتی ہیں ان کی مصروفیات بھی بہت ہیں لیکن پھر بھی انہیں با آسانی اتنا وقت ملتا ہے کہ وہ داخلی انتخابات کروا سکیں۔ امیروں کو بار بار بدل سکیں۔ باڈیاں توڑ سکیں اور پھر بنا سکیں بلکہ یہ سب امور تو ان کے کام کے لئے بطور مشق اور (پریکٹس) کے ہوتے ہیں۔ جبکہ مجاہدین نے دشمنوں سے لڑنا ہوتا ہے۔ محاذوں پر ڈٹے مجاہدین تک اسلحہ اور دیگر وسائل پہنچانا ہوتے ہیں دشمن کی چالوں سے باخبر رہ کر اپنی حفاظت کرنی ہوتی ہے۔ اپنے زخمیوں اور شہیدوں کے معاملات بھی حل کرنے ہوتے ہیں۔ فتح اور شکست کے مشکل حالات سے نمٹنا ہوتا ہے۔ مجاہدین کو ٹریننگ دینا اور محاذوں تک انہیں پہنچانا بھی ان کی اہم ذمہ داری ہوتی ہے۔ جہاد کے لئے جن گرانقدر اور کمرتوڑ وسائل کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی مہیا کرنے ہوتے ہیں۔ الغرض اتنے کام ہیں کہ جن کو اپنے گھر پر رہتے ہوئے پورا کرنا ناممکن ہے چنانچہ مجاہدین کے منتظمین کو اپنی پوری زندگی وقف کرنی پڑتی ہیں اور انہیں اپنے گھروں سے مہینوں اور سالوں تک دور رہنا ہوتا ہے۔ اس لئے اگر وہ ہمیشہ امیر بھی بدلتے رہیں اور ڈھانچے بناتے اور توڑتے رہیں تو یہ ان کی اصل مصروفیات میں خلل کے مترادف ہوتا ہے اور اس میں اہم نکتہ یہ ہے کہ اگر مجاہدین کی ہر تنظیم میں داخلی الیکشن مرکز سے لے کر حلقوں میں ہوتے رہے تو یقیناً ”لابیاں بنیں گی اور مجاہدین کے درمیان جس وحدت اور اتفاق و محبت کی ضرورت ہے وہ مفقود ہوتا چلا جائے گا۔ پھر جہاد بھی نماز کی طرح ایک فریضہ اور عبادت ہے اور عبادت میں تو تو ’میں میں‘ نہیں ہوتی۔ عہدوں کی کھینچا تانی نہیں ہوتی۔ ایک دوسرے کو گرانے اور اٹھانے کا عمل بھی نہیں ہوتا۔ کسی کو چڑھانے اور کسی کو پٹخنے کی باتیں بھی نہیں ہوتیں۔ جبکہ داخلی الیکشن میں تو جوڑ توڑ بھی ہوگا۔ ایک دوسرے کے خلاف الزامات بھی لگیں گے گروپ اور دھڑے بھی بنیں گے اور اسباب کا استعمال دفاتر میں ہوتا رہے گا اور اللہ کے شیر دشمنوں کے نرغے میں بھوکے مریں گے۔ اور جہاد کی اصل روح یعنی عسکریت کمزور پڑ جائے گی اور جہاد میں سیاست داخل ہوجائے گی اور پھر جہاد ’جہاد نہیں رہے گا۔ اور عسکریت سیاست کی تابع ہوجائے گی اور بندوق کا مفاد باہمی بالادستی کی خاطر ہوگا جو کہ جہاد اور جہادی تنظیموں کے لئے زہر قاتل ہے اسلئے مجاہدین کو اس معاملے میں بہت محتاط اور ہوشیار رہنا چاہئے اور اپنے دروازے مروجہ سیاست کے لئے بند رکھنے چاہئیں۔ کیونکہ مروجہ سیاسی عمل اگر کفر کے لئے خطرہ اور مسلمانوں کے

لئے مفید ہوتا تو ہر جہادی میدان میں دشمن اسلام یہ پیشکش نہ کرتا کہ مجاہدین بندوق چھوڑ کر سیاسی عمل اختیار کریں ہم ان کے مسائل حل کرنے کے لئے بات چیت کریں گے۔ دشمنوں کی طرف سے بار بار بندوق چھوڑنے اور سیاسی عمل شروع کرنے کی درخواستوں نے ہمارے اس نظریئے پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے کہ دشمن اسلام کے مقابلے میں خالص مروجہ سیاسی عمل کبھی بھی اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید نہیں ہے اور عسکری عمل چھوڑنے کی بار بار درخواستوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عمل دشمن کی کمر توڑتا ہے اور اس کے عزائم کو خاک میں ملاتا ہے اس لئے وہ ہمیں سیاسی عمل پر مجبور کرکے نہتا اور مغلوب کرنا چاہتا ہے۔ یاد رکھئے میدان جہاد میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اترتی ہے جبکہ مذاکرات کی میز پر دشمن ہمیشہ چالاکی اور عیاری کا مظاہرہ کرکے اہل حق کو نیچا دکھانے کی حیثیت میں آجاتا ہے۔ ہاں اگر مذاکرات کے پیچھے عسکریت موجود ہو تو پھر ان مذاکرات میں بھی جان ہوتی ہے۔ مجاہد تنظیموں کو اپنا دستور، منشور اور نظام بناتے وقت یہ نکتہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ وہ ایک ایسی لڑائی اور جنگ کا عزم رکھتے ہیں جس میں انہیں اسی وقت کامیابی ہوسکتی ہے جب وہ باہمی تنازعات اور خلفشار سے محفوظ ہوں اور کم از کم ہر تنظیم کے افراد کو ایک جسم کی طرح ہونا انتہائی ضروری ہے۔ مجاہدین کو یہ نظر انداز نہیں کرنا

چاہئے کہ ان کا دشمن بہت عیار اور مکار ہے اور کفر کی تمام طاقتیں اپنے تمام تر اصولی اور بنیادی اختلافات کو بھلا کر مجاہدین کے خلاف یک جان ہوچکی ہیں اسلئے مجاہدین کو بھی باہمی نزاع اور خلفشار سے لازما" بچنا ہوگا وگرنہ ان کی ہوا اکھڑ جائے گی اور دشمن کے دل سے ان کا رعب نکل جائے گا۔ اس لئے مجاہدین کو اپنی تنظیمیں چلانے کے لئے ایسے قوانین وضع کرنے چاہئیں جن میں مروجہ سیاست سے داخلی اکھاڑ پچھاڑ کے امکانات بالکل معدوم ہوں یا کم سے کم ہوں اور مجاہدین کو اپنے عہدوں کا معیار اخلاص، للہیت، جذبہ قربانی، انتھک محنت اور دنیا سے بے رغبتی کو بنانا چاہئے اور ہرگز ہرگز عہدوں کو ایسا پرکشش نہ بنانا چاہئے کہ خدانخواستہ کسی کے دل میں اس کی خواہش پیدا ہو۔ اور باہمی جھگڑوں کا دروازہ کھل جائے۔ عہدوں کا چناؤ باقاعدہ الیکشن اور انتخابات کی بجائے باصلاحیت اور متقی ذمہ دار افراد کے مشورے پر ہونا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ اہلیت اور قربانی کو عہدوں کا معیار بنانا چاہئے۔ دستور سازی کے وقت ہر قانون کو اس پیمانے پر بنایا جائے کہ جہاد ایک عبادت ہے اور قوانین میں اطاعت اور قربانی کے اصول کو مقدم رکھا جائے کیونکہ مجاہدین کو سیاسی کارکنوں کی طرح کج بحثیا، الڑ اور ضدی نہیں ہونا چاہئے بلکہ ان میں جذبہ اطاعت اور جذبہ قربانی کوٹ کوٹ کر بھرا ہونا چاہئے کیونکہ سیاست میں بحث کی اور جہاد

میں اطاعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک اہم قدم یہ ہے کہ مجاہد تنظیموں کو افراد کی بھرتی اور عہدوں کی تعیناتی میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ اس میں شک نہیں کہ جہاد سب مسلمانوں کے لئے ہے اور ہر مسلمان کو ان تنظیموں میں شمولیت کا اختیار ہونا چاہئے مگر پھر بھی مجاہدین کو فی الوقت تنظیم میں کھلی بھرتی سے پرہیز کرنا چاہئے یہ دو الگ الگ معاملات ہیں، ایک جہاد میں شرکت اور دوسرا تنظیم میں شمولیت۔ جہاں تک جہاد کا تعلق ہے تو اسمیں زیادہ سے زیادہ وسعت سے کام لیا جاسکتا ہے اور بعض مناسب اور ضروری شرائط کے پورا ہونے پر ہر فرد کو کسی نہ کسی درجے میں جہاد کا موقع دیا جاسکتا ہے البتہ تنظیم میں شمولیت کے معاملے کو کچھ محدود رکھنا چاہئے اور ایسے افراد کو تنظیم کے اہم اور حساس مقامات پر نہیں لینا چاہئے جو مروجہ سیاسی ذہن رکھتے ہوں اور شہرت پسند ہوں اور ان میں نام بنانے کا جذبہ موجود ہو جہاد کی مقبولیت اس زمانے میں بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور انشاء اللہ آئندہ اس میں مزید اضافے کا امکان ہے اسلئے اس بات کا خطرہ اور اندیشہ موجود ہے کہ کچھ شہرت پسند لوگ اور کچھ مفادات پسند عناصر مجاہدین کی صفوں میں بڑے موثر انداز سے گھسیں گے اور جہاد میں مروجہ سیاست کے ان زہریلے اثرات کو لے آئیں گے جو مجاہدین کے اس قلبی سکون کو غارت کردے گا جو انہیں دشمن سے ٹکرانے اور باہمی اعتماد رکھنے کی بدولت اللہ تعالیٰ نصیب فرماتے ہیں۔ یہ زہریلے اثرات مجاہدین کو اپنے اصل مقصد سے ہٹا کر بے کار کاموں میں لگا دیں گے اور مجاہدین کی صلاحیتیں اور وقت دشمن اسلام کو نقصان پہنچانے کی بجائے روٹھے ہوئے ساتھیوں کو منانے بد ظنوں کی بد ظنی دور کرنے اور آئے دن عہدے بدلنے میں لگے گا اور میدان جنگ میں مصروف مجاہدین اپنے قائدین کی توجہ سے محروم ہو جائیں گے۔ اس لئے تنظیم کے بنیادی ڈھانچے میں اور حساس مقامات پر ان افراد کو لیا جائے جو میدان جہاد میں موت کا قرب دیکھ چکے ہوں۔ دشمن کے گولوں اور طیاروں کی گھن گرج کو سن چکے ہوں اور قتال کی لذت سے آشنا ہوں شہرت پسندی اور مال کی محبت سے ایسے نفرت کرتے ہوں جس طرح خنزیر کے گوشت سے کی جاتی ہے اور تقوے کی دولت سے مالا مال اور قربانی کے جذبے سے سرشار ہوں۔ امارت کی کرسی سے اتر کر میدان جنگ کا سپاہی بننے میں عار محسوس نہ کرتے ہوں۔ ایسے افراد الحمد للہ بکثرت موجود ہیں مگر ان کی مخلصانہ طبیعت کی وجہ سے ان کی قدر نہیں کی جاتی اور انہیں نظر انداز کر دیا جاتا ہے جبکہ مروجہ سیاسی ذہن رکھنے والے افراد اپنی ظاہری سرگرمی دکھا کر اور مخصوص ہتھکنڈوں کے ذریعے مجاہدین کی صفوں میں اہم مقام حاصل کر کے ان کے مشن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ ہاں یہ خیال

ضرور رکھنا چاہئے کہ اگر سیاسی کارکن جو سیاسی اختلافات اور اکھاڑ پچھاڑ کے عادی بن چکے ہوں مگر اب وہ مجاہدین کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہتے ہیں تو پہلے ان کی خوب تربیت کی جائے اور ان کو یہ نکتہ سمجھایا جائے کہ امت مسلمہ پر ہونے والے مظالم اور مصائب کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ وہ اپنی ناک اپنی عزت اور اپنی شہرت کے خیالات کو دل میں آنے دیں بلکہ یہ تو قربانی کا وقت ہے اور ہم نے جہاد سے کچھ لینا نہیں ہے بلکہ اسے کچھ پیش کرنا ہے یہ وقت عزت' پیسہ اور مقام کے پیچھے دوڑنے کا نہیں بلکہ عزت' پیسہ مقام اور جان پیش کرنے اور قربان کرنے کا ہے۔ جب یہ نکتے ان کو سمجھ میں آجائیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جان و مال کی قربانی کا جذبہ پیدا ہو جائے اور اپنی عزت کی باتوں اور چھوٹے چھوٹے اختلافات سے ان کو نفرت ہو جائے اور داخلی لڑائیوں سے انہیں گھن آنے لگے تو پھر ان کو ہر سطح اور ہر مقام پر اپنی نئی اور پرانی صلاحیتوں کو اسلام اور امت مسلمہ کے مفاد میں استعمال کرنے کا موقع دیا جانا چاہئے۔ جہاں تک تعلق ہے تبلیغی جماعت کے نظام کو من و عن لینے کا تو وہ بھی جہادی تنظیموں کے لئے ممکن نہیں ہے کیونکہ اپنے طاقتور اور منظم دشمن سے لڑنے کے لئے ہر طرح کے اسباب کو استعمال کرنا پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی یہی حکم ہے کہ دشمنوں کے مقابلے میں جس قدر ہو سکے

اسباب کے اعتبار سے تیاری کرو ان اسباب و وسائل کے استعمال میں ذرائع ابلاغ کا استعمال بھی شامل ہے مجاہدین کو نشرو اشاعت کی بھی ضرورت پڑتی ہے جہاد کے بارے میں جو جمود امت پر طاری کر دیا گیا ہے اسے توڑنے کے لئے انہیں جلسوں' اشتہاروں' کتابچوں اور کیسٹوں کی مدد بھی لینا پڑتی ہے اور انہیں زیادہ سے زیادہ ان اسباب کو استعمال کرنا بھی چاہئے آج کے زمانے میں جنگیں میدانوں میں کم اور ذرائع ابلاغ میں زیادہ لڑی جاتی ہیں اس لئے مجاہدین کے لئے حدود میں رہتے ہوئے ذرائع ابلاغ کو استعمال کرنا ضروری ہو جاتا ہے اس طرح جہاد کے مختلف شعبے ہیں اور ہر شعبہ اہم اور حساس ہے اس لئے ان شعبوں کو موثر طریقے سے سنبھالنے کے لئے مختلف عہدیداروں کا تقرر کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ تبلیغی جماعت کی طرح جہادی تنظیمیں ملکوں کے سیاسی حالات اور ملکی سیاسی عمل سے بھی بیگانہ نہیں رہ سکتیں انہیں اپنے ممالک کی سیاسی پالیسیوں' سیاسی تبدیلیوں پر کڑی نظر رکھنی ہوتی ہے اور بعض اوقات اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے سیاست میں محدود مگر موثر مداخلت بھی کرنی پڑتی ہے۔

ان دونوں امور کو مدنظر رکھتے ہوئے (کہ جہادی تنظیموں کے لئے نہ تو مروجہ سیاسی نظام من و عن قابل عمل ہے اور نہ ہی تبلیغی جماعت کا نظام

من و عن وہ اپنا سکتے ہیں) جہادی تنظیموں کو چاہئے کہ وہ دینی سیاسی جماعتوں اور تبلیغی جماعت کے دستور اور قوانین کو سامنے رکھ کر اور اپنے جہادی مصالح اور مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے لئے ایک ایسا دستور بنائیں جس میں دینی سیاسی جماعتوں والی وسعت، شعبہ جات کی تقسیم، دنیا کے سیاسی حالات اور تبدیلیوں کا مراقبہ اور نشرواشاعت اور ذرائع کے استعمال جیسے امور بھی شامل ہوں اور تبلیغی جماعت والی خالص دینی اور عباداتی روح، بلاچون وچرا اطاعت، باہمی نزاع، بحث بازی اور جھگڑوں سے پرہیز کی ترتیب اور بلاغرض انتھک محنت اور خدمت جیسے معاملات بھی شامل ہوں۔ پھر اس جامع دستور کو الفاظ تک محدود رکھنے کی بجائے قائدین اور کارکنوں کے مزاج کا حصہ بنانے کی بھرپور کوشش کی جائے تو انشاء اللہ ایسے نتائج سامنے آئیں گے جن کی آج امت مسلمہ کو ضرورت ہے۔

یہ تو مرحلہ ہوا جہادی تنظیموں کے لئے دستور سازی کا اس کے بعد درجہ ہے مختلف شعبوں کے لئے ایسے مخصوص قوانین و آداب کا جن کو ملحوظ خاطر رکھنے سے ایک طرف تو ان شعبوں کی افادیت میں قابل قدر اور قابل ذکر اضافہ ہوگا اور دوسری طرف جہاد اور جہادی تنظیموں کی ترقی اور حفاظت کے لئے بھی ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ہم آغاز کرتے ہیں جہاد کے شعبہ دعوت اور شعبہ نشرواشاعت کے لئے ضروری قوانین اور آداب سے۔

جہاد کا شعبہ

دعوت و نشرواشاعت

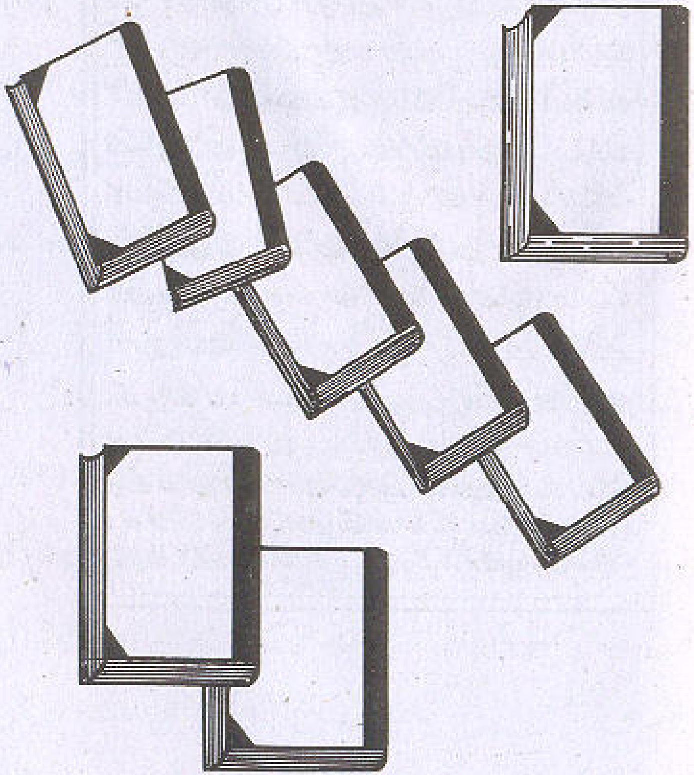

جہاد کے شعبہ دعوت و نشر و اشاعت کیلئے بعض اہم اقدامات

دعوت اور نشرو اشاعت ہی وہ شعبے ہیں جن سے کسی تحریک تنظیم یا جماعت کے افکار، نظریات، عزائم، پروگرام، مقاصد اور مزاج کا اندازہ لگایا جاتا ہے انہیں دو شعبوں کی محنت سے نئے افراد تحریک میں شامل ہوتے ہیں اور انہیں شعبوں کی ترتیت سے وہ نظریہ اور مزاج اپناتے ہیں علماء امت انہیں دو شعبوں کی تقریر و تحریر سے پتہ لگاتے ہیں کہ یہ تحریک اور تنظیم دینی اصولوں کے عین مطابق ہے یا کسی افراط و تفریط کا شکار ہے۔

اس لئے سب سے پہلے جہادی تنظیموں کے قائدین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ان شعبوں کو صرف وقتی تشہیر اور تعارف کا ذریعہ سمجھ کر دوسروں شعبوں کے مقابلے میں نظرانداز نہ کریں کیونکہ ان شعبوں کی اہمیت بھی کسی طرح سے عسکری اور مالی شعبے سے کم نہیں ہے بلکہ ان شعبوں کی چھاپ اور ان کا عکس پوری تنظیم پر اور ہر ہر شعبہ پر نظر آتا ہے اور اس شعبے کے بیان کردہ نظریئے اور مقاصد ہر ہر کارکن کی گھٹی اور مزاج میں

دعوت نشرواشاعت ہی وہ شعبے ہیں جن سے کسی تحریک تنظیم یا جماعت کے افکار، نظریات، عزائم، پروگرام، مقاصد اور مزاج کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ انھیں دو شعبوں کی محنت سے نئے افراد تحریک میں شامل ہوتے ہیں اور انھیں شعبوں کی تربیت سے وہ نظریہ اور مزاج اپناتے ہیں۔ علمائے اُمت انھیں دو شعبوں کی تحریر و تقریر سے پتہ لگاتے ہیں کہ یہ تحریک اور تنظیم دینی اصولوں کے عین مطابق ہے یا کسی افراط و تفریط کا شکار ہے۔ اس لیے سب سے پہلے جہادی تنظیموں کے قائدین کی ذمّہ داری بنتی ہے کہ ان شعبوں کو صرف وقتی تشہیر اور تعارف کا ذریعہ سمجھ کر دُوسرے شعبوں کے مقابلے میں نظرانداز نہ کریں کیونکہ ان شعبوں کی اہمیت بھی کسی طرح سے عسکری اور مالی شعبے سے کم نہیں ہے بلکہ ان شعبوں کی چھاپ اور ان کا عکس پوری تنظیم پر اور ہر ہر شعبہ پر نظر آتا ہے اور اس شعبے کے بیان کردہ نظریئے اور مقاصد ہر ہر کارکن کی گھٹی اور مزاج میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اسلئے ان شعبوں کے لئے بہت خاص افراد کو منتخب کرنا چاہیئے۔ ان شعبے کے ذمّہ دار افراد میں ویسے تو بہت ساری خصوصیات اور صفات ہونی چاہئیں مگر تین چیزوں کا ہونا تو از حد ضروری ہے۔ ۱۔ پختہ علم ۲۔ تقویٰ اور اتباعِ سنّت ۳۔ عسکری تجربہ۔

داخل ہو جاتے ہیں اس لئے ان شعبوں کے لئے بہت خاص افراد کو منتخب کرنا چاہئے۔ اس شعبے کے ذمہ دار افراد میں ویسے تو بہت ساری خصوصیات اور صفات ہونی چاہئیں مگر تین چیزوں کا ہونا تو ازحد ضروری ہے۔

(1) پختہ علم (2) تقویٰ واتباع سنت (3) عسکری تجربہ

(1) پختہ علم

تاکہ وہ جو کچھ بیان کریں یا لکھیں وہ قرآن و سنت اور سلف صالحین کی تعبیرات کے عین مطابق ہو اور ہر طرح کی افراط و تفریط سے پاک ہو اور جو کچھ بیان کریں یا لکھیں وہ مضبوط دلائل کی بنیاد پر ہو نہ کہ صرف جذبات یا عقلی ڈھکوسلوں کی بنیاد پر۔ چونکہ پوری تنظیم کو نظریہ مزاج اور عقیدہ اسی شعبے نے دینا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اہل علم حضرات کو اس شعبے میں رکھا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان کی تقریر و تحریر سے مستفید ہو کر جہاد جیسے عظیم عمل میں شامل ہوں اور امت کے علماء کرام بھی تحریک سے مطمئن رہیں۔ البتہ غیر علماء کو بھی علماء کرام کی نگرانی میں اس شعبے میں خدمات کا موقع دینا چاہئے یہاں یہ یاد رہے کہ علماء کرام سے مراد پختہ علم والے اور مستند علماء ہیں نہ کہ صرف فارغ التحصیل حضرات۔

2- تقویٰ اور اتباع سنت

چونکہ انہیں شعبوں کے افراد نے عوام میں جانا ہوتا ہے حضرات علماء

کرام سے ملنا ہوتا ہے اور کارکنوں کے درمیان رہنا ہوتا ہے اس لئے ان کے کردار اور انداز پر ہی پوری تنظیم کو قیاس کیا جائے گا اس لئے اس شعبے میں ایسے متقی اور متبع سنت افراد ہونے چاہئیں جن کے اعمال اور ان کی شکل و صورت کو دیکھ کر ہی یہ اندازہ ہو کہ واقعی یہ مجاہدین کی تنظیم ہے اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی اور امت مسلمہ کے تحفظ کی تڑپ رکھتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ باکردار اور باعمل افراد کی بجائے عمل اور کردار میں کمزور افراد ان شعبوں میں لگیں گے تو لوگ یہ سوچیں گے کہ جو لوگ ایک اہم سنت پر عمل نہیں کرسکتے وہ دین کی بالادستی کیسے قائم کریں گے؟ جو اپنے پانچ فٹ کے جسم پر اسلام نافذ نہیں کرسکتے وہ پوری دنیا میں اسلام کس طرح نافذ کریں گے؟ جن کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر داڑھی رکھنا شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھنا اور نمازوں کا خشوع خضوع سے اہتمام کرنا مشکل ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے جان اور مال کی قربانی کی بات کس منہ سے کرتے ہیں؟ جب تنظیم کے یہ اہم ذمے دار ایسے ہیں تو پوری تنظیم اور مجاہدین سب کی یہی حالت ہوگی۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض تنظیمیں اپنے ٹریننگ سینٹروں میں ایک ایک مستحب کا اہتمام کرواتی ہیں اور نماز کی تکبیر اولیٰ چھوٹ جانے پر سخت سے سخت سزائیں دی جاتی ہیں اور محاذ جنگ پر بھی تہجد کا اہتمام ہوتا ہے

مگر اسی تنظیم کے مبلغ اور مصنف جو ہر وقت علماء کرام اور عوام الناس کی نظروں میں ہوتے ہیں اور ان کے لئے نیک اعمال کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے وہ اہم سنتوں سے محروم اور ضروری اعمال سے دور ہوتے ہیں۔ دیکھنے میں یہ چھوٹی سی غفلت مجاہدین کی شبیہہ بگاڑ کر رکھ دیتی ہے۔ اور سرپرستی کرنے والے اولیاء کرام اور علماء کو اس صورتحال سے تکلیف ہوتی ہے اور معاونین کے ہاتھ رک جاتے ہیں۔ اس لئے جس طرح تنظیمیں تکبیر اولیٰ کا اہتمام اور تہجد کی پابندی کا خیال محاذ اور ٹریننگ سینٹر میں رکھتی ہیں اس سے بڑھ کر ان اعمال کا اہتمام دفاتر میں ہونا چاہئے اور مبلغوں اور مصنفین کو تو زیادہ سے زیادہ ان چیزوں کا اہتمام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنا چاہئے۔

3- عسکری تجربہ

جہادی تنظیموں کے شعبہ دعوت اور شعبہ نشرو اشاعت میں کام کرنے والے افراد کے لئے علم اور تقویٰ کے ساتھ ساتھ عسکری تجربہ اور ٹریننگ بھی ضروری ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ ان افراد نے خود موت کا سامنا کیا ہو اور جنگیں لڑیں ہوں زیادہ نہیں تو کچھ عرصہ محاذ پر گذارہ ہو یا کم از کم جہاد کی پوری ٹریننگ ان کے پاس ہو کیونکہ جہاد کو کماحقہ بیان کرنے کے لئے جس طرح وافر علم کی ضرورت ہے اس طرح جہادی تجربے کی بھی ضرورت

ہے۔ جہاد ایک عملی عبادت ہے صرف کتابی حکم نہیں اور راقم الحروف کا یہ ناقص خیال ہے کہ جہاد ایسا عمل ہے جو صرف پڑھنے سے پورا اور مکمل سمجھ میں بھی نہیں آتا کیونکہ جہاد میں علمیت کا پہلو کم اور عملیت کا پہلو زیادہ ہے۔ اگرچہ صرف کتابوں میں پڑھ کر جہاد کے بارے میں لکھنا یا جہاد پر کچھ بولنا ناممکن نہیں مگر جہاد کی حقیقت بیان کرنے اور اس کی موثر دعوت دینے کے لئے ضروری ہے کہ مبلغ و مصنف خود لذت قتال سے شناسا ہو اور اس نے میدان جہاد کی خوشبودار مٹی سونگھی ہو۔ شہدا کے معطرو منور چہرے دیکھے ہوں۔ گرجتے گولوں اور برستی گولیوں میں اللہ تعالیٰ کی نصرت کو چمکتا ہوا دیکھا ہو۔ پھر جب وہ قرآن و سنت کے علم اور اپنے تجربے کی روشنی میں جہاد پر لکھے گا یا بولے گا تو اس کا اثر ہی نرالہ ہوگا یہ ایسی دعوت ہوگی جو دلوں کی گہرائیوں میں اترے گی اور حب دنیا اور بزدلی کے پردوں کو چاک چاک کردے گی اور حال کو ماضی سے ملا کر مستقبل کو تابناک بنانے کا جذبہ پیدا کردے گی جو جان و مال کی قربانی کو ایک محبوب عمل بنادے گی۔ ایک ایسا شخص جس نے جہاد کو قرآن و سنت میں بھی دیکھا اور پھر میدان میں بھی اسے چکھا وہ جس ایمان اور جرات بصیرت اور شرح صدر سے جہاد کو بیان کر سکتا ہے ویسا بیان اس شخص کے لئے بظاہر مشکل ہے جس نے صرف جہاد کو کتابوں میں دیکھا ہے۔ ویسے تو جہاد میں عملاً

شرکت کی ہو یا نہ کی ہو جہاد کا بیان حضرات علماء کرام کو کرتے رہنا چاہئے لیکن مجاہد تنظیموں کے شعبہ دعوت میں ان افراد کو لینا زیادہ مناسب ہو گا جو خود لذت جہاد سے آشنا ہوں۔ اس میں ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ عصر حاضر کے جہادی واقعات کو درست بیان کرنے اور کسی بھی طرح کی فنی غلطی سے بچنے اور واقعات میں کسی طرح کی کمی وبیشی سے محفوظ رہنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ جہاد کے ساتھ کسی نہ کسی درجے کی عملی وابستگی ہونی چاہئے وگرنہ بیان کرنے والوں نے اگر تقریر یا تحریر میں راکٹ لانچر سے برسٹ فائر کا ذکر چھیڑا یا پستول سے جنگی جہاز مار گرایا یا اس دور کے میدان جنگ کے احوال اندلس اور قرطبہ کی جنگوں کو سامنے رکھ کر بیان کئے تو باخبر سننے والے ان باتوں کو ناواقفیت مبالغہ آمیزی اور مذاق سے تعبیر کریں گے اور ان کے دل میں جہاد کی عظمت کم ہو جائے گی۔

شعبہ دعوت ونشرواشاعت کے لیے بعض مفید اور عمومی آداب

مذکورہ بالا تین خصوصیات تو شعبہ دعوت و شعبہ نشرواشاعت کے ذمے دار حضرات میں ہونی چاہئیں تاکہ وہ جہاد جیسے افضل عمل اور مجاہدین جیسے عظیم طبقے کی صحیح ترجمانی کر سکیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں امت کو قتال پر ابھار سکیں۔ اور جان و مال کی قربانی پر آمادہ

کر سکیں کما فی قولہ تعالیٰ یا ایھا النبی حرض المومنین علی القتال

اب کچھ تذکرہ ان امور و آداب کا کیا جاتا ہے جن کو ان دونوں شعبوں میں ملحوظ خاطر رکھنا بعض اوقات بہت ضروری اور بعض اوقات مفید ہو سکتا ہے۔

(1) تنقید سے احتراز

جہاد کو بیان کرتے وقت یا جہاد کے موضوع پر لکھتے وقت زبان و قلم کا جذباتی ہو جانا ایک لازمی اور فطری امر ہے کیونکہ جہاد عمل ہی ایسا ہے کہ اس میں جذبہ دل ابل کر زبان و قلم پر آتا ہے اور طبیعت میں ایک صالح جوش پیدا ہوتا ہے اگر معاملہ صرف یہاں تک رہے تو بہت اچھا اور مفید ہے۔ اور مجاہد کو معاملہ یہیں تک رکھنا چاہئے اور کبھی بھی دین کے کسی بھی شعبے کی کوئی توہین یا تنقیص اس کی زبان سے نہیں ہونی چاہئے اور جہاد کو دیگر شعبوں کے مدمقابل لا کر نہیں کھڑا کرنا چاہئے اس میں شک نہیں کہ ماضی قریب میں جہاد کے معاملے میں کافی ظلم و زیادتی سے کام لیا گیا اور اس عظیم شعبے کو نظر انداز کرنے کی ہر کوشش کی گئی اور کافروں کو خوش کرنے کے لئے جہاد میں طرح طرح کی تبدیلیاں لانے کی غیر محمود اور ناکام کوشش بھی کی گئی۔ لیکن اب الحمد للہ وہ مٹی دھول بن کر اڑ چکی ہے جو جہاد کو دبانے کے لئے منوں کے حساب سے ڈالی گئی تھی اور جہاد کا صاف ستھرا اور

واضح مفہوم سمجھنے اور سمجھانے والے افراد الحمد للہ بکثرت موجود ہیں اور پھر جہاد کے اپنے فضائل اس قدر زیادہ اور دل میں اترنے والے ہیں کہ جہاد کو کسی تقابل کی ضرورت نہیں۔ جہاد پر لکھنے اور بولنے والوں کو ہمیشہ یہ سمجھنا چاہئے کہ جہاد تو پورے دین کا محافظ ہے مسواک اور اذان سے لے کر نماز اور حج تک کا محافظ ہے صرف دین کے فرائض کا ہی نہیں بلکہ آداب کا بھی محافظ ہے اللہ تعالیٰ کی زمین کے ہر چپے پر دین کے غلبے کا ذریعہ ہے اس لئے جہاد کو اس طرح سے بیان نہیں کرنا چاہئے کہ خدانخواستہ کسی بھی شعبے کی تنقیص اور توہین ہو۔ اب تک الحمد للہ مجاہدین اس بات پر کاربند ہیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ جیسے جیسے کام بڑھتا ہے اور مختلف طرح کے لوگ کام میں شامل ہوتے ہیں ویسے ویسے کچھ خرافات اور کچھ اضافے بھی شامل ہوتے جاتے ہیں اور کسی بھی شعبے کی اہمیت کو اس انداز سے بیان کرنا کہ دوسرے شعبوں کی توہین ہو یہ ایک ایسا فتنہ ہے جس نے بڑی بڑی جماعتوں اور تحریکوں کو تباہ کر ڈالا ہے۔ میری درخواست ہے کہ آپ جہاد کو خوب بیان کریں اور ہر جگہ بیان کریں اور ڈٹ کر بیان کریں اور ایسے موثر انداز سے بیان کریں کہ غفلت اور بزدلی کے پردے چاک چاک ہو جائیں اور ایسے مدلل انداز سے بیان کریں کہ تاویلوں اور تحریفوں کا قلع قمع ہو جائے اور ایسے کھلے انداز سے بیان کریں کہ ہر کس و ناکس کو سمجھ میں آجائے اور

ایسے زور سے بیان کریں کہ جہاد کے منکرین اور مخالفین بغلیں جھانکنے پر مجبور ہو جائیں مگر اس بیان کے دوران دین کے کسی شعبے کی توہین نہیں ہونی چاہئے۔ اور مدارس خانقاہوں اور تبلیغ کی اہمیت پر زد نہیں پڑنی چاہئے۔ اور سنتوں اور نوافل کی قدر کم نہیں ہونی چاہئے۔ اور دین کے کسی بھی شعبے میں کام کرنے والوں کی تنقیص نہیں ہونی چاہئے۔ یہاں میں اس بات کی وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ جو افراد دین کے کسی شعبے کو بیان کرتے وقت اس شعبے کو دوسرے دینی شعبوں کے مقابلے میں لا کھڑا کرتے ہیں اور اس شعبے کی فضیلت اور اہمیت میں کھینچ تان کر کے دوسرے شعبوں پر تنقید کرتے ہیں وہ کبھی بھی اپنے شعبے کے ساتھ مخلص نہیں ہوتے بلکہ ان کی تقریر و تحریر اس شعبہ یا کام کو نقصان ہی پہنچاتی ہے عصر حاضر میں بعض اہم اور فعال دینی شعبوں کے حضرات نے جب سے دوسرے دینی شعبوں پر کھلم کھلا تنقید شروع کر دی ہے اور اپنے شعبے کے علاوہ ہر شعبے کو اس کی اہمیت اور مقام سے گرانے کا کام شروع کر دیا ہے تو خود اس شعبے کے لئے یہ بات نقصان دہ ثابت ہوئی ہے جس شعبے کی بظاہر وہ خدمت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ ان شعبوں کے بانیوں نے اور پھر ان شعبوں کو عالم بھر میں پھیلانے والوں نے بغیر تنقید اور بغیر دوسروں کی توہین کے کام کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مساعی کو مقبولیت عطا فرمائی اور ان کے

مخالفین منہ دیکھتے رہ گئے اور ان کی تقریر و تحریر میں کسی کو ایسی بات نہیں ملی جس کو علمی کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت پڑی ہو کیونکہ ان کی تقریر و تحریر سادہ، مدلل اور تنقید سے پاک تھی۔ مگر بعض افراد سے اس وقت تک کوئی بات ہی نہیں بنتی جب تک وہ مخالفت اور تنقید کے پہلو کو نہ لے لیں یہ ان کی کم علمی، کم فہمی کی دلیل اور ان کے دلوں میں دین کا درد نہ ہونے کی علامت ہوتی ہے کیونکہ وہ جس شعبے کی توہین کر رہے ہیں وہ بھی دین کا شعبہ ہوتا ہے اور وہ اس شعبے کی آڑ میں دین کا نقصان کرتے ہیں۔ پھر مستقل مخالفانہ اور تنقیدی رویئے کی وجہ سے خود وہ شعبہ بھی متاثر ہوتا ہے جس کی وہ وکالت کر رہے ہیں تو یہ بھی دین کا نقصان ہوا۔ پھر ان کے پھیلائے ہوئے شبہات اور مغالطوں کے ازالے کی خاطر علماء کرام کو ان شعبوں کی وکالت کرنا پڑتی ہے جو ان افراد کی تنقید کا حصہ بنتے ہیں اور اس طرح بحث و مناقشہ کا ایک اور غیر مفید باب کھل جاتا ہے جو امت کو عمل کی طرف لانے کی بجائے لفظی چہ مگوئیوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

مجاہدین کرام کی طرف سے تقریر و تحریر کا کام سرانجام دینے والے حضرات کو اس معاملے میں خصوصی احتیاط کرنی پڑے گی کیونکہ جہاد کی مخالفت پہلے ہی کچھ کم نہیں ہے کہ اب اس میں مزید گنجائش پیدا کرنے کے مواقع دیئے جائیں۔ اس لئے خوب یاد رکھنا چاہئے کہ دین کے مختلف شعبے

جسم کے مختلف اعضاء کی طرح ہیں جس طرح جسم کے اعضاء میں سے کسی کا کام دیکھنا کسی کا کام سننا کسی کا کام حفاظت کرنا کسی کا کام چلنا ہے اسی طرح دین کے مختلف شعبوں کے اپنے اپنے ضروری اور اہم مقاصد ہیں۔ جس طرح جسمانی اعضاء ایک دوسرے کے ساتھ مکمل تعاون کرنے میں راحت اور فوائد پاتے ہیں اسی طرح دین کے مختلف شعبوں کو باہمی تعاون سے کام کرنا چاہئے ان کا آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہونا ایک ایسا دردناک اور تکلیف دہ عمل ہے جس کا فائدہ صرف اور صرف دشمنان اسلام کو پہنچ سکتا ہے دور حاضر میں دین کے جو شعبے سرگرم ہیں ان میں چار شعبے تو امت کے لئے اشد ضروری ہیں وہ ہیں دینی مدارس، جہاد، خانقاہیں اور تبلیغ۔ اور اگر یہ چاروں شعبے ایک دوسرے کے ساتھ مکمل تعاون کریں تو کچھ بعید نہیں کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زمین پر اللہ تعالیٰ کے احکامات نافذ ہو سکتے ہیں اور خلافت کا وہ دور آ سکتا ہے جس کی بشارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔

(2) علمی ثقاہت

جہاد کے موضوع پر تقریر و تحریر میں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ صرف انہیں فضائل کو بیان کیا جائے جو قرآن و سنت سے ثابت ہوں اور ان مضبوط دلائل کو بیان کیا جائے جن کی بنیاد اور سند پختہ ہو۔ جہاد اسلام کا

ایک ایسا فریضہ ہے جس کے لئے قرآن وسنت میں دلائل وفضائل کی کمی نہیں ہے۔ ویسے تو کسی بھی دینی شعبے کو بیان کرتے وقت ضعیف اور کمزور دلائل سے پرہیز کرنا چاہئے اور احادیث اور واقعات کو بیان کرنے سے پہلے ان کی خوب تحقیق کرلینی چاہئے۔ جہاد میں اس کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ غیر مسلموں نے جتنا زور جہاد کے خلاف لگایا ہے اتنا اور کسی دینی فریضے کے خلاف نہیں لگایا اس لئے جہاد کو بہت مضبوط اور محکم دلائل اور مضبوط فضائل کی روشنی میں بیان کرنا ضروری ہے تاکہ منکرین جہاد کے پھیلائے ہوئے شبہات کا ازالہ بھی ہوسکے اور خالص جہاد امت کو سمجھ میں آجائے دوسری طرف اب چونکہ جہاد کا کام اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پھیلتا چلا جارہا ہے اور علماء کرام کی طرح بہت سے عوامی حلقوں سے تعلق رکھنے والے مخلص افراد بھی جوق در جوق قافلہ اہل حق میں شامل ہورہے ہیں اور وہ بھی اپنی بساط کے مطابق جہاد کی دعوت دیتے ہیں اس لئے جہاد کے انہیں فضائل کو بیان کیا جائے جو معتبر ذرائع سے ثابت ہوں تاکہ عوام الناس میں بہت ضعیف اور موضوع احادیث عام نہ ہوجائیں اور کسی شعبے کی فضیلت واہمیت کے بیان میں کوئی کمی یا زیادتی نہ ہو اور افسانوی واقعات لوگوں کی زبانوں اور دلوں میں جگہ نہ پاسکیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مختلف شعبوں میں کام کرنے والے عوام الناس مقابلے پر اتر

آئیں اور پھر ہر کوئی یہ ثابت کرے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے اب تک کون سا عمل جاری ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہ بات تاریخ کے تجربے سے ثابت ہے کہ دین کے جس شعبے کی جوں جوں ضرورت بڑھتی ہے اور اس کی دعوت عام ہوتی ہے تو اس میں موضوعات اور خرافات بھی شامل ہوجاتے ہیں جو کہ بعد میں اہل علم کے لئے پریشانی اور دردسر کا ذریعہ بنتے ہیں اس لئے مجاہدین کو چاہئے کہ جن قرآنی آیات کو بیان کریں ان کی تفسیر امت کے معتبر مفسرین کے بیان کے مطابق کریں احادیث کو بیان کرنے سے پہلے ان کی حتی الوسع تحقیق کرلیں اور فضائل کو بیان کرتے وقت یہ احتیاط کریں کہ صرف جہاد کے معتبر فضائل ہی جہاد کی دعوت دیتے وقت بیان کریں کسی اور دینی شعبے کے فضائل کو کھینچ تان کر جہاد کی فضیلت میں بیان کرنے سے مکمل اجتناب کریں کیونکہ دین کے کسی شعبے کے لئے اتنا فکرمند ہونا کہ اس کے لئے جھوٹے فضائل گھڑے جائیں، من گھڑت کہاوتوں کا سہارا لیا جائے اور دوسرے شعبوں کے فضائل اس شعبے پر چسپاں کئے جائیں یہ ایک گمراہی ہے اور دین میں واضح تحریف ہے جو کسی بھی نیک سے نیک مقصد کے لئے بھی جائز نہیں اور جہاد کے ایک بنیادی مقصد یعنی دین کی حفاظت کے بالکل سراسر منافی ہے ہمارا تجربہ ہے کہ الحمدللہ مجاہدین اس گمراہی سے اب تک

بحمد اللہ محفوظ ہیں۔ آئندہ کے لئے بھی ان کو ایسی پیش بندی کرنی چاہئے کہ یہ فتنہ ان میں داخل نہ ہو اسی طرح حکایات اور قصوں کے بیان میں بھی ہر طرح کی تحقیق اور احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ وہ عوام الناس جو اخلاص کے ساتھ جہاد کی دعوت دینے کی تڑپ رکھتے ہیں ان کو ٹریننگ کے دوران چند قرآنی آیات معتبر تفسیر کے ساتھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاد کے موضوع پر چند صحیح احادیث اور سلف صالحین کے معتبر واقعات خوب یاد کرادیئے جائیں اور ان سے درخواست کی جائے کہ انہی فضائل اور امت مسلمہ کے موجودہ احوال کی روشنی میں ہی جہاد کی دعوت دیں اور جو مزید دلائل ذہن میں آئیں ان کو بیان کرنے سے پہلے معتبر علماء کرام سے مشورہ فرمالیں۔

(3) مبالغہ آمیزی سے پرہیز

یہ درست ہے کہ آج پچھتر (75) فیصد جنگ ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے ذریعے لڑی جاتی ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اچھی خبریں اور اچھی رپوٹنگ سے رائے عامہ اپنے حق میں کی جاسکتی ہے اور اپنے حامیوں کے حوصلے بڑھائے جاسکتے ہیں مگر اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ تقریر و تحریر میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا جائے اور حقائق و واقعات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جائے آج دین کی خدمت کے عنوان سے بعض جماعتوں اور تنظیموں

نے مبالغہ آمیزی کو اپنے مشن کا حصہ بنالیا ہے اور وہ اخبار و واقعات کو اس طرح سے بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں کہ وہ ان افراد کے لئے ایک بیہودہ مذاق بن جاتا ہے جو خود ان اخبار و واقعات کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں۔ پھر دین کے کام میں کسی طرح کا جھوٹ اور مبالغہ آمیزی کیا معنی رکھتی ہے؟ دشمن کا حوصلہ پست کرنے اور اس کے عزائم کو کمزور کرنے کے اور مختلف طریقے ہیں جن کی مدد سے دشمن کے چھکے چھڑائے جاسکتے ہیں اور اس کے حوصلوں کو پست کیا جاسکتا ہے۔ بہرحال مجاہدین کو اپنی تقریر و تحریر میں سو فیصد خالص حقیقت بیان کرنے کا التزام رکھنا چاہئے۔ اپنے مجاہدین کی بہادری کا بیان ہو یا دشمن کی بزدلی کا۔ اپنے شہداء کا تذکرہ ہو یا دشمن کے مرنے والے افراد کی تعداد۔ کسی کمانڈر یا مجاہد کی گرفتاری کا واقعہ ہو یا دشمن کی شکست کا۔ اس میں من و عن حقیقت بیان کرنی چاہئے انشاء اللہ اس حقیقت بیانی کا بہت گہرا اثر لوگوں کے قلوب پر پڑے گا اور اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوں گے۔ پھر حقیقت یہ ہے کہ جہاد کے واقعات خود اس قدر پرکشش اور ایمان افروز اور حیرت ناک ہوتے ہیں کہ ان میں کسی اضافے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ حضرت شیخ ڈاکٹر عبد اللہ عزام شہید نے جہاد افغانستان کے انتہائی مستند جن چیدہ چیدہ واقعات کو بیان کیا ہے ان کے مبارک اثرات آج دنیا کے دور دور ممالک میں محسوس

کیے جاسکتے ہیں۔ اور ہزاروں مسلمان ان واقعات کی حرارت دل میں محسوس کرنے کے بعد میدان جہاد میں کودے۔ الحمدللہ اس سلسلے میں ابھی تک مجاہدین کرام کا عمل شریعت کے عین مطابق اور احتیاط اور تقوے پر مبنی ہے لیکن اب بعض رسالوں میں جہاد اور مجاہدین کی خدمت اور اپنے مخصوص مسلک کی تشہیر کی غرض سے کچھ مبالغہ آرائی شروع ہوئی ہے جو مسلمانوں میں مجاہدین کے خلاف نفرت کا ذریعہ بن رہی ہے۔ دوسرے مجاہدین کو اس صورتحال سے بچنا چاہئے اور تنظیمی یا مسلکی مقابلہ بازی یا کسی بھی مقصد کے تحت ہر قسم کی مبالغہ آرائی سے پرہیز کرنا چاہئے اور اخبار و واقعات کو بہت تحقیق کے بعد اور خوب چھان پھٹک کر نہایت احتیاط سے بیان کرنا چاہئے تاکہ اس تقوے کی برکت سے صحیح تاریخ اور صالح اثرات مرتب ہوں۔ اور کسی کی بے قابو زبان یا غیر محتاط قلم مجاہدین پر انگشت نمائی کا ذریعہ نہ بنے۔

(4) احوال عالم پر نظر

شعبہ دعوت اور شعبہ نشرواشاعت میں کام کرنے والے ذمہ داروں اور کارکنوں کو نہایت اہتمام کے ساتھ اخبار عالم پر نظر رکھنی چاہئے اور دنیا بھر میں ہونے والی تبدیلیوں اور مختلف خبری اداروں کے ترتیب کردہ پروگراموں اور سیاسی اور عسکری تبصروں پر مکمل نظر رکھنی چاہئے آج کل بہت سارے غیر ملکی ادارے اپنے اپنے مخصوص انداز میں اسلام اور جہاد کے خلاف مصروف کار ہیں اور مختلف عنوانات سے وہ مسلمانوں میں اسلام سے بیزاری اور مغرب پرستی کے جراثیم منتقل کرنے میں کوشاں ہیں۔ چونکہ ابھی تک الحمدللہ کسی کو یہ ہمت تو نہیں ہے کہ وہ اسلام دشمنی کا اعلانیہ اظہار کرسکے اور جنہوں نے یہ اظہار کیا ان کو مسلمانوں کے شدید غم وغصے کا سامنا کرنا پڑا اور ان میں سے بہت ساروں کی کھوپڑیاں ان کے بیہودہ نظریات سمیت اڑا دی گئیں اس لئے عقلمند اور مکار دشمن بھیس بدل بدل کر حملے کر رہے ہیں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے اسلام دشمنی کا پورا حق ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اس لئے دینی اور جہادی تحریکوں کے ارباب حل وعقد اور مصنفین مقررین حضرات کو ان اداروں اور ان کی خبروں اور ان کے تجزیوں اور ان کے مختلف پروگراموں پر خصوصی نظر رکھنی چاہئے تاکہ حتی الوسع ان مکروہ سازشوں سے مسلمانوں کو بروقت آگاہ کیا جاسکے تاکہ وہ محتاط ہو جائیں اس لئے جیسے ہی کوئی مخرب اخلاق یا اسلام دشمنی پر مبنی پروگرام مشہور و مقبول اداروں کی طرف سے شروع ہو تو شعبہ دعوت ونشریات کے حضرات امت مسلمہ کو تقریر و تحریر کے ذریعے سے مطلع کردیں۔ اسی طرح ان تجزیوں کا فوری جواب دیں جن کا مقصد امت مسلمہ کی کسی عظیم شخصیت یا تحریک کو بدنام کرنا ہو اور ان خبروں کا پس منظر

بیان کریں جن سے امت میں مایوسی یا بددلی پھیلنے کا اندیشہ ہو۔

دوسرا یہ کام کرنا چاہئے کہ جیسے ہی کوئی نامناسب پروگرام یا کوئی قابل اعتراض تجزیہ یا غلط خبر نشر ہو تو فوری طور پر نہایت مہذب اور شائستہ انداز میں ان اداروں کو خطوط لکھ کر اپنی اور دوسرے مسلمانوں کی تشویش سے آگاہ کریں اس کا خاطر خواہ اثر پڑتا ہے اس طرح خواتین کے متعلق نشر ہونے والے پروگراموں میں اگر کوئی بے ہودہ پروگرام نشر ہونا شروع ہو تو مسلمان خواتین سے خطوط لکھوا کر متعلقہ اداروں کو تشویش سے آگاہ کیا جائے۔ ہوتا یہ ہے کہ غلط ذہن کے لوگ ان اداروں کو خطوط لکھ لکھ کر ان کی اسلام دشمنی اور دینی بیزاری کی بھرپور حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور عام تاثر یہ ملتا ہے کہ ان کے یہ پروگرام مسلمانوں میں انتہائی مقبول ہیں جس سے ان کی ہمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور صحیح صورتحال کا علم ان کو نہیں ہوتا۔ جبکہ اچھے ذہن کے مسلمان مرد و عورت یا تو ان پروگراموں کے اندرونی مقاصد کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں اور بڑے اہتمام سے ان پروگراموں کے ظاہری عنوانات کے حوالے سے ان کو سنتے ہیں اور پھر زہریلے اثرات ان کے ذہن اور دل میں غیر محسوس طریقے سے داخل ہو جاتے ہیں آپ اچھے اچھے دیندار مسلمانوں سے بہت ساری اسلامی تحریکوں اور شخصیات کے بارے میں پوچھیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ غیر ملکی

خبری اداروں کے پروپیگنڈے سے وہ کس قدر متاثر ہوں گے اور حقائق سے وہ کس قدر دور ہوں گے اور کچھ مسلمان ان پروگراموں کے منفی مقاصد کو سمجھ جاتے ہیں مگر وہ اپنی تشویش سے متعلقہ اداروں کو آگاہ نہیں کرتے۔ اور جب بعض افراد کبھی کبھار ان اداروں کو اپنی کسی تشویش سے آگاہ کرتے ہیں تو اس کے بہتر اثرات نظر آتے ہیں اور اس کی وجہ بالکل واضح ہے کہ یہ ادارے مسلمانوں سے کھلم کھلا ٹکرانے کی پالیسی اختیار کئے ہوئے نہیں ہیں اور نہ انہیں فی الحال اتنی جرات اور ہمت ہے کہ وہ ایسا کر سکیں اس لئے عوامی رائے ان پر ضرور اثر انداز ہوتی ہے۔ ان اداروں میں خصوصی طور پر برٹش براڈ کاسٹنگ لندن (بی بی سی لندن) وائس آف امریکہ واشنگٹن اور وائس آف جرمن کے اردو، عربی اور ہندی پروگراموں پر پوری نظر رکھنی چاہئے ان اداروں میں سے بعض کی یہ خوبی ماننے کے قابل ہے کہ وہ بہت سارے معاملات میں تازہ اور غیر جانبدارانہ خبریں اور تجزیے نشر کرتے ہیں جن کی روشنی میں دنیا کے ہر گھڑی بدلتے حالات سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اور شعبہ دعوت و نشریات کی تقریر و تحریر میں بھی تازگی اور افادیت پیدا ہوتی ہے۔ البتہ جہاں جہاں اسلامی تحریکیں چل رہی ہیں وہاں کی صحیح صورتحال اور خبروں کے لئے ہر تنظیم کے شعبہ دعوت و نشریات کو اس تحریک میں برسرپیکار اور مصروف عمل تنظیموں سے براہ

راست معلومات لینی چاہئیں کیونکہ اسلامی تحریکوں کے بارے میں غیر جانبدارانہ رپورٹنگ ان اداروں کے بس کی بات نہیں ہے کیونکہ دنیا کے تمام طاغوت اور حکومتی لبادوں میں چھپے دہشت گرد ملک اور اسلام دشمن طاقتیں ان تحریکوں کی شدید مخالف ہیں اور یہ اخباری ادارے جتنا بھی غیر جانبداری کا دعوی کریں کسی نہ کسی حکومت کی پالیسیوں کے پابند ضرور ہوتے ہیں اور ان میں کام کرنے والے افراد بھی اسلامی تحریکوں کے بارے میں صاف ذہن نہیں رکھتے اس لئے کبھی بھی یہ ایسی خبریں نشر نہیں کرتے جن سے کسی اسلامی تحریک کے صحیح خدوخال نمایاں ہوں اور کسی اسلامی تحریک کو فائدہ پہنچے۔

مذکورہ بالا امور کے علاوہ شعبہ دعوت و نشریات میں کام کرنے والے حضرات کو مندرجہ ذیل آداب کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے۔

1- تقریر و تحریر میں جارحانہ انداز اختیار نہ کیا جائے۔

2- امت کے فروعی مسائل میں دخل اندازی سے پرہیز کیا جائے۔

3- پوری دنیا میں چلنے والی اسلامی تحریکوں کا بھرپور تعارف پیش کیا جائے۔

4- شخصیات یا افراد کی تعریف اور مخالفت میں اعتدال سے کام لیا جائے اور افراط و تفریط سے ہرگز کام نہ لیا جائے۔

5- ایسا انداز اختیار نہ کیا جائے جس سے امت کا کوئی طبقہ جہاد اور

مجاہدین کے خلاف ہو جائے۔

6- جہاد کے ساتھ ساتھ ایمان اور تقوے کی دعوت بھی ضرور دی جائے کیونکہ ایمان اور تقویٰ ہوگا تو جہاد ہوگا۔

7- اسلاف پر طعن و تشنیع اور تنقید سے مکمل اجتناب کیا جائے۔

8- اپنی تنظیم کا تعارف کم از کم اور محتاط انداز سے پیش کیا جائے جبکہ اپنے مشن اور مقصد کی دعوت کھل کر دی جائے۔

9- تقریر و تحریر میں امت کے ہر طبقے کا خیال رکھتے ہوئے مشکل انداز بیان، لامعنی لفاظی اور بعض امور میں بہت کھلے پن سے دور رہا جائے تاکہ کم پڑھا لکھا طبقہ اور سنجیدہ حضرات اور خواتین کو اس تقریر و تحریر سے استفادے کی سہولت میسر رہے۔

10- سلف صالحین کی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہوئے اور ان کو کافی سمجھتے ہوئے مزید نئی نئی تحقیقات پیش کرنے سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے کیونکہ امت کو اب تحقیقات کی کم اور عمل کی زیادہ ضرورت ہے اس لئے ماضی میں جو بہترین تحقیقات ہو چکی ہیں انہیں کے اجرا و نفاذ کی کوشش کرنی چاہئے جبکہ نئے مطالعے کی روشنی میں نئی تحقیقات کا وجود میں آنا بحث و جدال کے اس عمل کو اور تیز تر کردے گا جس نے امت کی صلاحیتوں اور سرمائے کو پہلے ہی بہت برباد کیا ہے۔

(5) تربیتی نصاب

شعبہ دعوت اور شعبہ نشریات کی اہم ذمے داری یہ ہے کہ وہ اپنے جملہ کارکنوں کے لئے خصوصا” اور تمام مسلمانوں کے لئے عموما” تربیتی مواد فراہم کرے۔ اور مضبوط بنیادوں پر ان کی ذہن سازی کرے۔ اس سلسلے میں ایک تربیتی نصاب تو ایسا مرتب کرنا ہوگا جو ہر کارکن کے لئے ضروری قرار دیا جائے اور کسی کو بھی اس سے مستثنیٰ نہ سمجھا جائے اور یہ نصاب ہر کارکن کو گھول کر پلایا جائے یعنی اچھی طرح سے سمجھایا جائے اور یاد کرایا جائے۔ اس نصاب کے مختلف اوقات اور مختلف احوال کے اعتبار سے مختلف خاکے ہوسکتے ہیں۔ ہم بطور مثال ایک خاکہ پیش کرتے ہیں شاید یہ نصاب مرتب کرنے والوں کے لئے کچھ رہنمائی کا ذریعہ بن سکے۔

(1) تفسیر سورہ انفال وسورہ براۃ (2) جہاد پر چالیس صحیح احادیث مع مختصر تشریح (3) مختصر مگر مکمل تاریخ اسلام (4) حضرات صحابہ کرام اور سلف صالحین کے جہادی واقعات کا ایک مجموعہ (5) عصر حاضر کی جہادی تحریکوں کا ایک تعارف (6) اسلامی عقائد (7) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر شعبے سے متعلق سنتیں اور مسنون دعائیں (8) اسلامی اخلاق (9) دنیا کا موجودہ نقشہ اسلامی اور غیر اسلامی ممالک کی تفصیلات۔ وسائل۔ حدود۔ جغرافیہ۔ مذہب۔ آبادی وغیرہ (10) عصر حاضر یا ماضی

قریب کے اہل حق میں سے اہم شخصیات کا تعارف۔

مذکورہ بالا نصاب کے لئے پہلے سے لکھی ہوئی کتب کا بھی انتخاب کیا جاسکتا ہے اور اس سلسلے میں نئی کتب بھی ترتیب دی جاسکتی ہیں۔ یہ نصاب ان بنیادی اور ضروری معلومات پر مشتمل ہے جو جہاد سے منسلک ہر تحریکی کارکن کے لئے اشد ضروری ہیں۔

اس عمومی نصاب کے علاوہ شعبے کی طرف سے مجاہدین کے ٹریننگ سینٹر‘ ان کے دفاتر‘ ان کے لانچنگ کیمپوں اور محاذ جنگ کے لئے بھی مختصر تربیتی نصاب اور ان کو نافذ کرنے کے معقول انتظام کرنے چاہئیں۔ ان نصابوں میں ناظرہ قرآن مجید سے لے کر عسکری مسائل تک شامل ہونے چاہئیں اور باجماعت نمازوں کی پابندی رات کو قیام اللیل (تہجد) علی الصبح تلاوت کلام مجید‘ اجتماعی ذکر اور ورزش کا نظم ہر دفتر اور ہر کیمپ میں بڑی پختگی سے نافذ کرنا چاہئے۔

ایک اہم نکتہ

کارکنوں اور مجاہدین کی تربیت میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ان کے قلوب بھی زندہ ہوں اور فکر بھی روشن ہو۔ کیونکہ امت میں ایک ایسا طبقہ موجود ہے جن کے ہاں صرف دل کی اصلاح اور نفس کی درستگی پر تو خوب زور دیا جاتا ہے۔ ذکر اور مراقبے کرائے جاتے ہیں نفس کشی کے لئے

طرح طرح کے مجاہدے کروائے جاتے ہیں مگر ان کے ذہن و فکر سے اسلام کی عظمت کی تمنا اور مسلمانوں کے تحفظ کا خیال محو ہوجاتا ہے وہ مسلمانوں کے مسائل پر بات کرنے اور سننے کو گناہ اور اسلام کے عملی نفاذ کی ہر محنت کو وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں ان کے ہاں اپنے نفس کو بار بار ذبح کرنا تو اہمیت رکھتا ہے لیکن اللہ کے دشمنوں کو ذبح کرنے کی بات پر وہ ناگواری کا اظہار کرتے ہیں۔ بے شک وہ لوگ اپنے دل کو زندہ کرنے کی ہر کوشش کرتے ہیں اور نفس کی اصلاح کی ہر محنت کرتے ہیں مگر بہت ساری اسلامی اجتماعی ذمہ داریوں سے وہ بالکل الگ تھلگ رہتے ہیں اور ان کے قلوب اسلام کی عظمت کی جدوجہد کی حرارت سے محروم ہوتے ہیں۔ اپنی محدود سوچ اور محدود زندگی میں مگن ان لوگوں کے ہاں دنیا کی خبریں معلوم کرنا، ظالم حکمرانوں کو ہٹانے کی تدبیر کرنا، کفار کے ہاتھوں سے کسی اسلامی ملک کی آزادی کی کوشش کرنا، ایک ایسی سیاست ہے جس میں پڑنے سے انسان کا دل اور من (نعوذ باللہ) گندہ ہوجاتا ہے جبکہ امت میں ایک اور طبقہ موجود ہے جس کے ہاں فکر و خیال کی بلندی تو عروج پر ہے مگر اپنے دل اور نفس کی اصلاح کو وہ (نعوذ باللہ) ایک فرسودہ اور بے کار عمل سمجھتے ہیں اس طبقے کے افراد مسلمانوں کے مسائل پر بے لاگ بول سکتے ہیں اور سیاست کے اتار چڑھاؤ پر گہری نظر رکھتے ہیں ان کی زبانوں پر اسلامی انقلاب کے نعرے بھی ہر وقت جاری رہتے ہیں مگر ان کے تمام تر نظریات کا تعلق ان کے دماغ اور گلے تک ہے ان کی روح لذت اسلام سے خود سرشار نہیں ہوتی اور نہ انہیں اس کی فکر ہے۔ ان کے دل ذکر اللہ کی حقیقی حلاوت سے محروم ہوتے ہیں مگر انہیں اس کی پرواہ نہیں ان کے پاس اسلامی انقلاب کے راستے میں رکاوٹ حکمرانوں کے خلاف تقریر کرنے کے لئے تو بہت لمبا وقت موجود رہتا ہے مگر نماز کے بعد دعا کرنے کے لئے ان کے پاس فرصت نہیں ہوتی۔ یہ لوگ مسجد میں مہمانوں کی طرح آتے ہیں اور سلام پھیرتے ہی بچوں کی طرح جوتیاں بغل میں دبا کر غائب ہوجاتے ہیں روحانیت اور تصوف ان کے ہاں قصہ پارینہ بن چکے ہیں اور نفس کی اصلاح ان کے نزدیک ایک ناقابل عمل مذاق بن چکا ہے۔ انہیں علی الصبح جاری ہونے والے ہر اخبار کی چھوٹی بڑی سرخیاں ازبر ہونگی مگر ان کی نمازوں میں تلاوت بہت کم اور خشوع نہ ہونے کے برابر ہوگا۔ انہیں اپنی محنت اور ہمت پر تو اعتماد ہے مگر دعا اور صلوۃ الحاجۃ اور استخارے کی انہیں (نعوذ باللہ) کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

ہماری یہ باتیں مبالغہ نہیں ہیں بلکہ آج بھی امت کے ان دونوں طبقوں کو دیکھا جاسکتا ہے اس لئے جہادی تنظیموں کو چاہئے کہ وہ ایسا نظام تربیت قائم کریں جس میں دل کی اصلاح اور فکر کی درستگی دونوں کا سامان موجود ہو

اس نظام میں روحانیت بھی ہو اور مسائل عالم سے مکمل وابستگی بھی۔ اس میں اپنی ذہنی صلاحیتوں کے استعمال کی ترغیب بھی ہو اور اللہ تعالیٰ کے حضور تبتل عاجزی اور رونے دھونے کی ضرورت کا بیان بھی۔ اس نظام تربیت سے اپنی اصلاح کی فکر بھی پیدا ہو اور غلبہ اسلام کا جنون بھی طاری ہو۔ اپنے نفس کو ذبح کرنے کی ہمت بھی پیدا ہو اور اسلام کے دشمنوں کے سر کاٹنے کی جرات بھی۔ گلے سے اچھی باتیں بھی نکلیں اور دل بھی حلاوت ایمان سے سرشار ہو۔ قرآن مجید کے آفاقی پیغام اور اصلاحی لب و لہجے سے بھی واقفیت پیدا ہو اور دنیا کے بدلتے حالات پر بھی نظر ہو۔

نظام تربیت بناتے وقت اس نکتے کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ فکر کی درستگی دل کی اصلاح کے بغیر ممکن نہیں ہے اور دل کی اصلاح فکر کی وسعت کے بغیر امت کے اجتماعی مفادات میں نہیں ہے۔

اگر اس نکتے کو ملحوظ خاطر رکھا گیا اور اسی مناسبت سے تربیت کی گئی تو انشاء اللہ ایسے مجاہد پیدا ہوں گے جو دن کے غازی اور رات کے عابد ہوں گے وہ دشمن کو للکارنے اور اس کی چالوں کا جواب دینے کی بھی صلاحیت رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ و زاری کر کے نصرت خداوندی کے مستحق بھی بنیں گے۔ ان کی کیفیت یہ ہوگی کہ اگر دنیا کے کسی کونے میں کسی مسلمان پر ظلم ہو گا یا کسی مسلمان بچی کی عصمت کی طرف کوئی غلط نگاہ

اٹھے گی تو وہ بے چین ہو جائیں گے اور اس ظلم کے سدباب کے لئے وہ سب کچھ کر گذریں گے جو ان کے بس میں ہو گا اور اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے گا تو ان کے دل غمگین ہو جائیں گے۔ اور وہ ایسی ندامت اور عزم کے ساتھ توبہ کریں گے کہ رحمت خداوندی جوش میں آجائے گی۔ وہ محنت بھی کریں گے اور دعا بھی وہ محنت کے زعم میں دعا کو اور دعا کو کافی سمجھ کر محنت کو نہیں چھوڑیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ آج امت کو ایسے ہی باخدا اور فکر مند افراد کی ضرورت ہے۔

دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
سے
عظیم بشارت

میری امت کی دو جماعتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جہنم سے نجات لکھ دی ہے۔ ایک وہ جماعت جو ہندوستان پر جہاد کرے گی۔ اور دوسری وہ جماعت جو حضرت عیسیٰ بن مریم (کے نازل ہونے کے بعد) ان کے ساتھ ہوگی

(نسائی : ج : ۲ ص : ۶۳)

جہاد کا شعبہ

مالیات

آج کل چھوٹی سی چھوٹی عسکری کارروائیوں کا ایک ایک دن کا بجٹ دوسرے دینی کاموں کے سالوں کے بجٹ کے برابر جا بیٹھتا ہے اور جب ایک تحریک شروع کر دی جائے اور اللہ کے شیر دشمن سے ٹکرانے کے لئے نکل کھڑے ہوں تو اسباب و وسائل کی ضرورت اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ اگر خدانخواستہ اللہ کے شیروں تک اسلحہ اور غذا نہ پہنچائی گئی تو امت کا یہ قابل فخر سرمایہ دشمن کے ہاتھوں ختم ہو سکتا ہے اور ایسی صورتحال پیش آسکتی ہے جو امت مسلمہ کیلئے کمزوری کا باعث بن جائے سب سے پہلے تو امانت دار، فکرمند، محنتی، باصلاحیت اور دنیادی معاملات میں سوجھ بوجھ رکھنے والے افراد کو اس شعبے میں کام کرنے کیلئے منتخب کیا جائے۔

اگر شعبہ مالیات کی بنیاد ان تین چیزوں پر رکھی جائے تو انشاء اللہ امید ہے کہ شعبۂ جہاد کے اسباب و وسائل کما حقہٗ مہیا کرنے میں کامیاب رہے گا۔

۱۔ وقار ۲۔ حفاظت ۳۔ تقویٰ

جہاد کا شعبہ مالیات

جہاد کے لئے جس قدر مال کی ضرورت پڑتی ہے اس کا اندازہ قرآن و سنت کے ان فضائل و احکامات سے لگایا جا سکتا ہے جو مسلمانوں کو جہاد میں مال خرچ کرنے کا حکم اور ترغیب دیتے ہیں۔ جہاد میں جتنی ضرورت ایک مرد مومن کی ہوتی ہے اتنی ہی ضرورت اسباب و وسائل کی پڑتی ہے۔ جہادی تنظیموں کو امت مسلمہ کے موجودہ حالات کا مکمل جائزہ لے کر بہت مضبوط شعبہ مالیات قائم کرنا چاہئے۔ ایک زمانہ تھا جب امت میں جہاد کے چرچے تھے اور مجاہد کو سب سے افضل سمجھا جاتا تھا اور جہاد پر خرچ کرنا لوگ ایمان کے بعد سب سے بڑی سعادت سمجھا کرتے تھے۔ مگر آج حالات میں کافی تبدیلی آچکی ہے۔ جہاد کو سمجھنے والے بہت کم لوگ ہیں اور جہادی تحریکیں سیاسی بدنامی کی شدید زد میں ہیں مسلمانوں میں بھی مال کی محبت پیدا ہو چکی ہے جس کا نتیجہ ذخیرہ اندوزی اور بخل کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے مالدار طبقے کی عیاشیاں اور دین سے بے زاری بھی بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اسلامی حکومت اور اسلامی خلافت نہ ہونے کی وجہ سے دین

کے تقریباً" تمام شعبوں کا بوجھ ان چند مسلمان مالداروں پر آپڑا ہے جو دین کے نام پر خرچ کرنے کو سعادت سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مال کے ساتھ ساتھ ایمان اور کھلے دل سے بھی نوازا ہے۔ یہ تو ہے اموال کی آمدن کا عالم جبکہ دوسری طرف جہاد کے کمر توڑ اخراجات میں آئے دن اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے کیونکہ مسلمانوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر کفار و مشرکین نے بے پناہ عسکری قوت بنالی ہے جس کا مقابلہ کرنا بہت مشکل کام ہے اور اس مقابلے میں بے پناہ وسائل و اسباب کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اب تک ہر میدان میں مجاہدین اپنے سے سینکڑوں گنا زیادہ طاقتور دشمن سے بے سروسامانی کے عالم میں مقابلہ کررہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت کے مناظر آئے دن نظر آتے رہتے ہیں اور یہ کمزور اور نہتے مجاہدین ہر جگہ اپنے طاقتور دشمن کو ناکوں چنے چبوا رہے ہیں مگر پھر بھی ضروری اسباب و وسائل کی اشد ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ آج کل چھوٹی سے چھوٹی عسکری کارروائیوں کا ایک ایک دن کا بجٹ دوسرے دینی کاموں کے سالوں کے بجٹ کے برابر جا بیٹھتا ہے اور جب ایک تحریک شروع کردی جائے اور اللہ کے شیر دشمن سے ٹکرانے کے لئے نکل کھڑے ہوں تو اسباب و وسائل کی ضرورت اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ اگر خدانخواستہ اللہ کے شیروں تک اسلحہ اور غذا نہ پہنچائی گئی تو امت کا یہ قابل فخر سرمایہ

دشمن کے ہاتھوں ختم ہوسکتا ہے اور ایسی صورتحال پیش آسکتی ہے جو امت مسلمہ کے لئے کمزوری کا باعث بن جائے ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر مجاہدین کو اپنے مشن کی تکمیل اور تنظیموں کی ترقی و بقاء کے لئے اپنے شعبہ مالیات کو بہت موثر اور مربوط بنانا چاہئے۔ سب سے پہلے تو امانتدار‘ فکرمند‘ محنتی‘ باصلاحیت اور دنیاوی معاملات میں سوجھ بوجھ رکھنے والے افراد کو اس شعبے میں کام کرنے اور شعبے کو موثر ڈھنگ سے چلانے کے لئے منتخب کیا جائے۔ مگر یہ افراد مجاہدین میں سے ہی ہونے چاہئیں اور وہ شعبہ مالیات میں کام کرنے کی اہمیت اور ضرورت سے واقف ہوں۔

شعبہ مالیات کی بنیاد

اگر شعبہ مالیات کی بنیاد ان تین چیزوں پر رکھی جائے تو انشاء اللہ امید ہے کہ شعبہ ‘جہاد کے اسباب و وسائل کماحقہ مہیا کرنے میں کامیاب رہے گا۔

(1) وقار (2) حفاظت (3) تقویٰ

یعنی اموال کی فراہمی اور وصولی میں صرف باوقار طریقوں کو اختیار کیا جائے اور پھر وصول شدہ مال کی مستقل بنیادوں پر حفاظت اور اس میں اضافے کی فکر کی جائے اور پھر تقوے کے ساتھ اسے خرچ کیا جائے۔ یہ تینوں امور اپنی اپنی جگہ بہت ضروری اور اہم ہیں۔

(1) وقار

کیونکہ اگر وقار کے ساتھ اموال کی فراہمی کی بجائے ایسے طریقے اپنائے گئے جن سے جہاد اور مجاہدین کے وقار کو دھچکا لگے تو یہ ایک نامناسب اور غیر مفید اقدام ہوگا۔ البتہ ہر مقام اور افراد کے لحاظ سے وقار کی تفسیر میں تبدیلی ہو سکتی ہے بعض لوگ ایسے باخدا اور بے نفس ہوتے ہیں کہ اگر کوئی دین کی نسبت سے چل کر ان کے گھر آجائے یا ان کے سامنے چادر پھیلائے تو یہ ان دینداروں کا احسان سمجھتے ہیں ایسے افراد کے گھر جانا یا ان کے سامنے اللہ کے دین کی خاطر چادر پھیلانا بھی کوئی معیوب کام یا بے وقاری نہیں ہے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبویؐ میں جہاد کے لئے اسباب کی فراہمی کے لئے اعلان فرمایا اور اپنی چادر مبارک کو زمین پر بچھایا۔ لیکن اگر لوگ ایسے نہ ہوں بلکہ اپنے ہاں آنے والوں کو حقیر سمجھتے ہوں تو پھر ایسے لوگوں کے دروازے پر جہاد کو رسوا نہ کیا جائے۔ باوقار طریقے سے اموال کی فراہمی میں بہت سارے عسکری اور غیر عسکری طریقوں کی طرف ہم نے ایک لطیف سا اشارہ کردیا ہے جس میں اموال غنیمت سمیت اور بہت سارے طریقے شامل ہیں۔

(2) حفاظت

دوسری اہم چیز ان اموال کی مستقل بنیادوں پر حفاظت ہے کیونکہ اگر

اموال آنے سے پہلے یا آتے ہی خرچ کردیئے جائیں تو ضروری اور نازک مراحل پر بہت تکلیف دہ صورت حال پیدا ہوجاتی ہے اور بعض اہم منصوبے بھی ٹھپ کرنے پڑتے ہیں اس لئے کوشش کی جائے کہ ان اموال کو ایسی نفع بخش اور محفوظ تجارت میں لگایا جائے جس میں نقصان کا اندیشہ کم سے کم ہو اگر تھوڑا تھوڑا مال ہی نکال کر اس کو مستقبل کے لئے محفوظ کرتے رہیں گے تو انشاء اللہ ایک وقت آئے گا کہ بہت سارے مستقل تنظیمی اخراجات کے معاملے میں تو تنظیمیں خود کفیل ہوجائیں گی جبکہ مزید آنے والے اسباب ووسائل سے کام کو آگے بڑھایا جاسکے گا۔

(3) تقویٰ

تیسری چیز جو سب سے زیادہ اہم ہے وہ ہے تقویٰ اموال کے حصول، ان کی حفاظت، ان کے استعمال اور ان کے حساب کتاب الغرض ہر معاملے میں تقویٰ کو ہی معیار بنایا جائے آمدن اور خرچ کی ایک ایک پائی کا حساب رکھا جائے۔ ہر مد کے مال کو صرف اسی مد کے مصرف میں استعمال کیا جائے خصوصاً زکوۃ اور صدقات کے معاملے میں خوب احتیاط برتی جائے۔ ہر مقام پر ضرورت کے مطابق خرچ کیا جائے ضرورت سے زائد اخراجات پر کڑی نظر رکھی جائے۔ تنظیم کے اعلیٰ عہدیداروں سے لے کر دفاتر کے باورچی خانوں میں خدمت سرانجام دینے والوں تک کو حساب دینے کا پابند

بنایا جائے اور کسی کو ایک پائی بھی بغیر حساب کتاب کے نہ دی جائے۔

حساب لینے کا معاملہ بہت شائستہ ہو مگر کسی کو اس سے مستثنیٰ نہ سمجھا جائے خواہ اس کے تقوے پر مسلمانوں کا اجماع ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اگر متقی حضرات سے حساب نہ لیا گیا تو دوسرے لوگوں سے لینا بھی مشکل ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ متقی کے تقوے پر بھی اس کا برا اثر پڑے راقم کا خیال یہ ہے کہ کسی نیک اور متقی شخص سے حساب نہ لینا اس کے تقوے کا اکرام نہیں بلکہ اس کے تقوے کا مذاق ہے اور اسے گمراہی کا راستہ فراہم کرنا ہے ممکن ہے وہ گمراہی سے بچا رہے اور ممکن ہے کہ وہ اس کا شکار ہوجائے۔

شعبہ مالیات کی ایک اہم ذمہ داری

شعبہ مالیات کے ذمہ دار حضرات کو شعبہ دعوت و نشریات کے تعاون سے دو قسم کا لٹریچر ہمیشہ شائع کرتے رہنا چاہئے ایک تو جہاد پر خرچ کرنے کے وہ فضائل جو قرآن و حدیث میں بیان ہوئے ہیں کیونکہ عام مسلمانوں سے یہ فضائل اوجھل ہیں یا پھر مختلف تاویلات کا شکار ہوچکے ہیں جس کی وجہ سے مسلمان اس اہم فریضے میں خرچ کرنے سے محروم رہتے ہیں جس پر خرچ کرنا سب سے زیادہ باعث اجر و ثواب ہے۔

اس طرح مسلمانوں کو کفر کے خطرناک عزائم بھی بتائے جائیں اور جہاد

کی ضرورت پر روشنی ڈالی جائے تاکہ انہیں سمجھ میں آئے کہ اس زمانے میں جہاد پر خرچ کرنا کس قدر ضروری اور اہم ہے اس طرح ان کتابچوں میں خرچ کرنے کے فضائل کے ساتھ ساتھ مجاہدین کے اخراجات اور مصارف کا بھی تفصیلی تذکرہ ہونا چاہئے اور ہر مصرف پر مطلوب رقم کی تعداد بھی درج ہونی چاہئے۔ مگر ان کتابچوں کا لب و لہجہ باوقار ہونا چاہئے اس میں قرآن و حدیث میں بیان کردہ فضائل اور جہاد پر خرچ کرنے کی ضرورت کا بیان ہونا چاہئے لیکن مانگنے والا لہجہ استعمال نہ کیا جائے کیونکہ ہر مجاہد کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ آسمان و زمین کے خزانوں کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی ان کی جہادی ضروریات کو پورا فرمائے گا۔

البتہ اسلامی احکامات کی روشنی میں مجاہدین کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس عظیم کار خیر میں شامل کرنے کے لئے ان فضائل اور اوامر کو بیان کریں جو اس سلسلے میں قرآن و حدیث میں وارد ہوئے ہیں اور ان کو کفر کی سازشوں اور ان کے توڑ کے لئے جہاد کی ضرورت سے آگاہ کریں اور اس کے بعد معاملہ ان کی قسمت پر چھوڑ دیں اگر ان کے نصیب میں یہ سعادت لکھی ہوگی کہ وہ اسلام کے عظیم فریضہ میں اپنے مال کے ذریعے سے شمولیت کریں تو وہ خود آگے بڑھ کر اپنا مال پیش کریں گے لیکن اگر یہ خوش قسمتی اور سعادت ان کے نصیب میں نہیں ہے تو پھر ان کے سامنے

ہاتھ پھیلانا مجاہدین کی توہین ہوگی حالانکہ وہ اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے تحفظ اور اسلام کے غلبے کے لئے اپنے مسلمان بھائی کے سامنے ہاتھ پھیلا رہے ہیں لیکن پھر بھی یہ مناسب نہیں لگتا۔

دوسری قسم کا لٹریچر وہ ہونا چاہئے جس میں جہاد کے اموال کے بارے میں مکمل احتیاط کا حکم دینے والے اسلامی احکامات قرآن وحدیث سے جمع کئے جائیں اور ان وعیدوں کو خوب زور دے کر بیان کیا جائے جو اموال جہاد کے غلط استعمال پر وارد ہوئی ہیں اس کتابچے میں ہر کارکن کو بھرپور تقوے کی ایسی دعوت دی جائے کہ اس کے دل میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا خوف رہے اور وہ اجتماعی اموال کو بہت احتیاط سے خرچ کرے ایسے کتابچوں میں زکوٰۃ، صدقہ، ہدیہ، مال غنیمت، مال فئے، امیر کے مالیاتی اختیارات کمانڈر کے مالیاتی اختیارات جیسے احکامات کو قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں بیان کیا جائے تاکہ ہر مجاہد کو اموال کے متعلق مسائل کا علم ہو اور وہ لاعلمی کی وجہ سے ایسی غلطی نہ کر بیٹھے جو اس کے عمل جہاد کو ضائع کرنے کا سبب بن جائے۔

شعبہ مالیات کی ایک اور اہم ذمے داری

مرکزی شعبہ مالیات کا ایک اہم کام یہ بھی ہے کہ اس کے پاس تنظیم کی

املاک کی مکمل فہرست ہونی چاہئے یہاں تک کے دور دراز شہروں اور دیہاتوں میں واقع دفاتر میں موجود چٹائیوں اور پنکھوں تک کی مکمل معلومات ان کے پاس ہونی چاہئیں عسکری شعبے کے ہتھیاروں اور شعبہ دعوت ونشریات کے نشریاتی آلات واسباب کا بھی مکمل حسات کتاب ہونا چاہئے۔ عام طور پر شعبہ مالیات کو صرف نقد اموال کے حساب کتاب تک محدود رکھا جاتا ہے جبکہ باقی اسباب وسامان کے معاملے متعلقہ شعبہ اور متعلقہ دفاتر ہی سے تعلق رکھتے ہیں یہ ترتیب کچھ معقول اور درست معلوم نہیں ہوتی اور اس میں مختلف طرح کے مفاسد پیدا ہونے کا خطرہ ہے اس لئے پوری تنظیم کے ہر طرح کے اسباب ووسائل اور اموال کا مکمل حساب اور معلومات مرکزی شعبہ مالیات کے پاس اپنے ذرائع سے یا علاقائی شعبہ مالیات کے توسط سے موجود رہنی چاہئیں یہاں تک کہ اگر دوسرے کسی ملک میں دفتر کھولا جاتا ہے تب بھی اس کا حساب کتاب مرکزی شعبہ مالیات کے پاس ہونا چاہئے اور اگر کسی علاقے سے دفتر ختم کیا جاتا ہے تب بھی شعبہ مالیات کو اس دفتر کے اجتماعی سامان کو سنبھالنا چاہئے اس طرح سے ایک تو اسباب کی مکمل حفاظت رہے گی اور پوری تنظیم پر مرکز کا کنٹرول اور قابو رہے گا اور یہ بھی علم ہوگا کہ کس مقام پر کون سی چیز کم ہے اور کس مقام پر کون سی چیز زیادہ۔ اور اگر خدانخواستہ مفاد پرست

افراد سے کوئی خطرہ ہو تو وہ بھی اس ترتیب سے ٹل سکتا ہے۔

شعبہ مالیات کو چاہئے کہ وہ مرکزی امیر اور شوریٰ کے مشورے سے تنظیم کی جائیداد یا تو ایسے باخدا متقی اور بزرگ علماء کرام کے نام سے رجسٹرڈ کرائے جن کے علم و تقویٰ پر مکمل اعتماد ہو یا پھر کوئی رفاہی ادارہ بنا کر اس کے نام تنظیم کی جائیداد رجسٹرڈ کرائی جائے اور اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ یہ جائیداد خود جہادی تنظیموں کے نام یا جہادی تنظیموں کے معروف قائدین کے نام کبھی بھی نہ کرائی جائے کیونکہ کسی بھی وقت ان تنظیموں پر پابندی لگ سکتی ہے اور قائدین دشمن کا نشانہ بن سکتے ہیں یا گرفتار ہو سکتے ہیں ان تمام صورتوں میں جہادی املاک و اسباب کے ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہے چناچہ بروقت آنے سے پہلے ہی ایسے خطرات کا مکمل سدباب کر لینا چاہئے۔

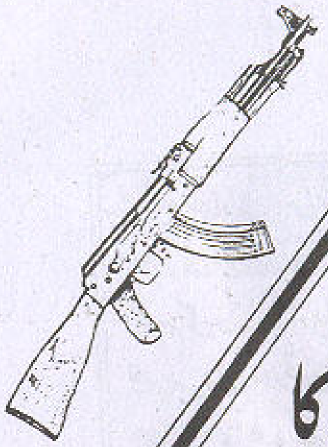

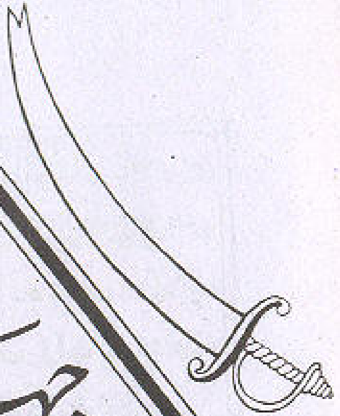

جہاد کا
عسکری
شعبہ

عسکری شعبہ جہاد کا اصل شعبہ ھے جبکہ باقی شعبے اسی شعبے کی ترقی وترویج کے لیے ھیں اس لیے اس شعبے کی ذمے داریاں بھی زیادہ ھیں اور آداب بھی۔ ایمان اور تقوے کے بعد (کہ یہ دونوں چیزیں مجاھد کے لیے فرض کے درجے ھیں) مندرجہ ذیل تین امور کی طرف بھی مجاھد کو خصوصی توجہ دینی چاھیئے۔

۱، اعلی عسکری تربیت ۲، اطاعت ۳، تدبیر۔

مشرکین ہوں یا یہود یا کوئی اور اسلام دشمن طاقت یہ ان سب کی مشترکہ کمزوری ہے کہ ان کی تمام روح ان کے بعض افراد میں ہوتی ہے شخصیت پرستی کے مرض میں حد سے زیادہ مبتلا ان اقوام کی شان و شوکت اور ظاہری رعب و دبدبے کو توڑنے کیلئے اگر ان کے چیدہ چیدہ چند افراد کو ٹھکانے لگا دیا جائے تو یہ طاقتیں جھاگ کی طرح بیٹھ جاتی ہیں۔

عسکری شعبہ

ویسے تو عسکری تربیت ہر اس مسلمان کو حاصل کرنی چاہئے جو معذور نہ ہو (بلکہ آج کل کے جنگی طریقوں میں تو بہت سارے معذور مسلمان بھی عسکری خدمات سرانجام دے سکتے ہیں) خصوصاً جہادی تنظیموں اور تحریکوں کے ہر فرد کو اعلیٰ قسم کی عسکری تربیت سے مالا مال ہونا چاہئے اور کچھ نہ کچھ جنگی تجربہ بھی ہونا چاہئے اس کے بعد پھر تنظیم ان کی جس شعبے میں تشکیل کردے وہاں ان کو خدمات سرانجام دینی چاہئیں۔ جہاد کے مختلف شعبے ہیں ان شعبوں میں سب سے زیادہ اہم اور حساس شعبہ عسکری شعبہ ہے اس شعبے کی سرگرمیاں ٹریننگ سینٹر سے لے کر دشمن کے اندرونی علاقوں تک پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اور اس شعبے کا دائرہ کار کافی وسیع ہوتا ہے کیونکہ یہ جہاد کا اصل شعبہ ہے جبکہ باقی شعبے اسی شعبے کی ترقی و ترویج کے لئے ہیں اس لئے اس شعبے کی ذمے داریاں بھی زیادہ ہیں اور آداب بھی۔ ایمان اور تقوے کے بعد (کہ یہ دونوں چیزیں مجاہد کے لئے

فرض کے درجے میں ہیں) مندرجہ ذیل تین امور کی طرف بھی مجاہد کو خصوصی توجہ دینی چاہئے۔

(۱) اعلیٰ عسکری تربیت (2) اطاعت (3) تدبیر۔

ایک مومن اور متقی مجاہد ان تین چیزوں کی طرف جتنی توجہ دے گا اتنا ہی اس کے کام میں قوت اور برکت پیدا ہوگی۔

(۱) اعلیٰ عسکری تربیت

ان تین امور میں پہلی چیز اعلیٰ عسکری تربیت ہے یعنی ایک مجاہد کو ہر طرح کی اعلیٰ سے اعلیٰ عسکری تربیت سے مالا مال ہونا چاہئے یہ تربیت جسمانی ہو یا اسلحے کی، اسلحہ چلانے کی ہو یا اسلحہ سازی کی۔ آمنے سامنے کی لڑائی کی ہو یا گوریلا جنگ کی الغرض ایک مجاہد کو ہر اس کام اور ہر اس آلے کی تربیت سے لیس ہونا چاہئے جو دوران جہاد اس کے کام آسکتا ہے۔ بغیر اچھی تربیت کے میدان جنگ میں اترنا کوئی عقلمندی نہیں اور تھوڑی سی تربیت پر اکتفا کرلینا بھی مفید نہیں آج جب کہ جنگ کے میدان میں دنیا نے خوب ترقی کرلی ہے مسلمانوں کو بھی اس میدان میں ان سے بڑھ کر صلاحیت حاصل کرنا ہوگی کچھ تربیت تو میدان جنگ میں کودنے سے پہلے لینی چاہئے اور کچھ تربیت دوران جنگ حاصل کرنی چاہئے ایک مجاہد میں یہ استطاعت ہونی چاہئے کہ وہ اگر خالی ہاتھ دشمن کے ملک میں داخل ہو تو بھی

دشمن کو بھرپور نقصان پہنچا سکے اور اگر ہتھیار لے کر داخل ہو تب بھی دشمن کی صفوں کو چیر سکے۔ جہاد کی اس تربیت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک تو خالص ذہنی تربیت ہے کہ مجاہد میں خود اعتمادی، بہادری، رازدانی اور مناسب سنجیدگی پیدا ہو۔ اس کا ذہن ہر نئی آنے والی صورتحال کے لئے تیار رہے وہ کسی بھی موقع پر گھبرا نہ جائے خوشی اور غم میں بے قابو نہ ہو اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کے دل میں اترا ہوا راز اس وقت تک نہ نکلے جب تک دل میں دھڑکن اور جسم میں روح باقی ہے سب سے پہلے ہر مجاہد کی اس نہج پر ذہنی تربیت ازحد ضروری ہے۔

دوسری تربیت جسم اور ہتھیاروں سے متعلق ہے ہر مجاہد کو زیادہ سے زیادہ جسمانی طور پر مضبوط اور پھرتیلا ہونا چاہئے اور وہ ایسی محنت کرے کہ دشمن کی مار اس کی زبان سے کچھ نہ اگلوا سکے اور وہ بغیر ہتھیاروں کے خالی ہاتھ بھی لڑسکے اور ہر ہتھیار کی ایسی عمدہ تربیت ہونی چاہئے کہ وہ اس ہتھیار کو استعمال کرنے کا حق ادا کرسکے اور بوقت ضرورت چھوٹی موٹی خرابی کو خود درست کرسکے اور بازار سے ملنے والی عام چیزوں سے مہلک ہتھیار خود تیار کرسکے چھوٹے ہتھیاروں سے لے کر بڑے ہتھیاروں تک ہر ہتھیار کی مکمل معلومات اس کے ذہن میں ہونی چاہئیں ہر مجاہد کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جس طرح سے امت مسلمہ کے تحفظ کے لئے جہاد فرض ہے اس طرح

جہاد کے لئے اس کی تربیت فرض ہے اور قرآن مجید میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ جس قدر ہو سکے جہاد کی تیاری کریں اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی تیاری پر بہت زور دیا ہے اس لئے اگر مجاہدین چاہتے ہیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ کام کر سکیں اور طاقتور سے طاقتور دشمن کے دانت کھٹے کر سکیں تو انہیں چاہئے کہ وہ جہاد کی تیاری پر زیادہ سے زیادہ محنت کریں اور اس معاملے میں تھوڑے پر قناعت سے دور رہیں۔

(2) اطاعت

مجاہد کے لئے دوسری اہم چیز اطاعت ہے۔ اطاعت سے مراد اللہ اور اس کے رسول ؐ کی اطاعت بھی ہے اور اپنے امیر کی اطاعت بھی۔ چونکہ مجاہدین کی لڑائی اپنی ذات، قوم قبیلے یا وطن کی خاطر نہیں ہوتی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اس کے کلمے کی بلندی کے لئے لڑتا ہے اس لئے اس پر ضروری ہے کہ وہ ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کے احکامات اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی کرے۔ فتح کی خوشی ہو یا اپنے رفقاء کی شہادت پر ابھرنے والا جوش انتقام، مال غنیمت کے انبار ہوں یا بھوک کی شدت مجاہد نے وہی کچھ کرنا ہے جس کا حکم اسے اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے مجاہد کبھی بھی طاقت کے زعم میں آکر معصوم بچوں، عورتوں اور بہت بوڑھے لوگوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ مال

غنیمت، اجتماعی اموال میں خیانت کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا فتح کی خوشی میں بے گناہوں کے خون سے وہ ہولی نہیں کھیل سکتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا سپاہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا سپاہی ظلم خیانت اور زیادتی سے ہمیشہ دور رہتا ہے۔ مجاہد کے ہاتھوں میں جیسے ہی ہتھیار آجائے اسے یہ عزم کر لینا چاہئے کہ وہ اس ہتھیار اور طاقت کو صرف اور صرف اللہ کی مرضی اور امیر کی اطاعت کے مطابق استعمال کرے گا اگر مجاہد نے اللہ کی نافرمانی کی اور امیر کے حکم کو ٹھکرایا تو یقیناً” وہ مجاہد نہیں بلکہ ہتھیار تھامے ہوئے ایک ایسا شخص ہے جو دشمن کو کم اور دوستوں کو زیادہ نقصان پہنچا رہا ہے اور اس کا عمل اس کے لئے کامیابی کا نہیں بلکہ تباہی اور ناکامی کا ذریعہ بن رہا ہے ایک مجاہد کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر اس نے اپنے امیر کی نافرمانی کی تو گویا یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے اور اس نافرمانی کا وبال اس کے اجر جہاد کو غارت کر سکتا ہے۔

(3) تدبیر

مجاہد کے لئے تیسری اہم چیز تدبیر ہے ایک مجاہد کو خواہ وہ سپہ سالار ہے یا ایک سپاہی ہمیشہ اندھا دھند لڑنے کی بجائے بہت تدبیر سے اور بہت حکمت عملی سے لڑنا چاہئے تاکہ وہ دشمن کا زیادہ سے زیادہ نقصان کر سکے اور اپنا زیادہ سے زیادہ تحفظ کر سکے۔ مجاہدین کو چاہئے کہ وہ دشمن کی کمزوریوں سے

واقف ہوں اور ان کا جاسوسی نظام دشمن کی جڑوں تک رسائی حاصل کر چکا ہو۔ اسی طرح مجاہدین کو دشمن کے مزاج کا بھی علم ہونا چاہئے مثلاً ” مشرکین کا مزاج یہ ہے کہ ان کو اپنے سو آدمیوں کے مرنے کا وہ دکھ نہیں ہوتا جو سو روپے کے نقصان کا ہوتا ہے اس لئے اگر مشرک کو جھکانا ہو تو اس پر اقتصادی ضرب لگانی چاہئے کیونکہ شرک انسانوں کو گھٹیا بنا دیتا ہے مشرک کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی نہ دوسروں کی نظر میں نہ اپنوں کی نظر میں۔ ہاں شرک کی جان اس کے پیسے میں ہوتی ہے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابو سفیان کے قافلے کو لینے کا ارادہ فرمایا اور مدینہ منورہ سے باہر نکلے تو مشرکین مکہ نے اپنے مال کو بچانے کے لئے اپنے جگر کے ٹکڑے اور کفر و شرک کے تمام طاغوتوں کو یکبارگی میدان بدر میں اکٹھا کر دیا جو کہ سارے کے سارے مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے اور مشرکین کی کمر ٹوٹ گئی ممکن ہے کہ اگر ابو سفیان کے قافلے کو بچانے کا مسئلہ نہ ہوتا تو اتنے بڑے بڑے سردار کبھی اکٹھے ایک ہی میدان میں نہ نکلتے اور مسلمانوں کو ان کے خاتمے کے لئے بار بار محنت کرنی پڑتی۔ مگر اپنے مال پر پڑتی ضرب کو دیکھ کر مشرک بلبلا اٹھے اور عقل سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اپنے تمام طاقتور سرداروں کو ایک ہی میدان میں گنوا بیٹھے۔

لیکن جب مقابلہ یہودیوں کے ساتھ ہو تو یہودیوں کے ہاں مال سے زیادہ

افراد کی قدر ہے انہیں کروڑوں روپے کے نقصان پر اتنا صدمہ نہیں ہوتا جتنا چند یہودیوں کے ہلاک ہو جانے سے ہوتا ہے حالانکہ مال کی محبت ان میں بھی بہت زیادہ ہے لیکن اسلام کے ظہور کے بعد سے ان کے ہاں اپنے گھٹتے ہوئے افراد کی قدر بہت بڑھ گئی ہے اس لئے مدینہ منورہ میں یہودیوں کے دو قبیلوں (بنو قینقاع اور بنو نضیر) نے اپنا مال و دولت اور جائیداد قربان کر کے اپنی جانوں کی حفاظت کی اور ان کے بارے میں قرآن مجید میں بھی یہی آیا ہے کہ وہ اپنے قیدیوں کو مال فدیہ دے کر چھڑایا کرتے تھے۔ تو آج اگر مشرکین سے جنگ ہو تو زیادہ زور ان کی اقتصادی کمر توڑنے پر لگایا جائے مشرک بہت جلدی جھک جائے گا اور اگر مقابلہ یہودیوں سے ہو تو ان کے افراد کو نشانہ بنایا جائے وہ تکلیف سے بلبلا اٹھیں گے۔ اس طرح مجاہدین کو چاہئے کہ وہ دشمن کے ان افراد کا پتہ لگائیں جو دشمن کا دماغ کہلاتے ہیں اور قرآن مجید ان کو آئمۃ الکفر (کفر کے سردار و پیشوا) قرار دیتا ہے ہر قوم میں ایسے چند افراد ہوتے ہیں جن کا دماغ بڑی بڑی لڑائیوں کے پیچھے کار فرما ہوتا ہے مجاہدین کو چاہئے کہ وہ دشمن کے تنخواہ دار فوجیوں کے مقابلے میں اپنے درجنوں ساتھی شہید کرانے کی بجائے دو چار افراد کی قربانی دے کر کفر کے ان روسا کا قصہ پاک کر دیں پھر فوجیں خود بخود پیچھے ہٹ جائیں گی۔

مشرکین ہوں یا یہود یا کوئی اور اسلام دشمن طاقت یہ ان سب کی

مشترکہ کمزوری ہے کہ ان کی تمام تر روح ان کے بعض افراد میں ہوتی ہے شخصیت پرستی کے مرض میں حد سے زیادہ مبتلا ان اقوام کی شان و شوکت اور ظاہری رعب و دبدبے کو توڑنے کے لئے اگر ان کے چند چیدہ چیدہ افراد کو ٹھکانے لگادیا جائے تو یہ طاقتیں جھاگ کی طرح بیٹھ جاتی ہیں اور قوم کے سفہا ان چند نام نہاد عقلا کی ہلاکت کے بعد اپنے حوصلے کھو بیٹھتے ہیں۔

دنیا میں مسلمان وہ واحد قوم ہے جس کے جس قدر بڑے اور اہم افراد راہ خدا میں شہید ہوجائیں قوم میں ہمت اور حوصلہ اسی قدر زیادہ بڑھ جاتا ہے اور شہداء کے خون کے ہر قطرے سے قوم میں ایک نئی حرارت اور ایک نئی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ بہرحال عسکری شعبے کے افراد کو ان تمام امور پر کڑی نظر رکھنی چاہئے آج ہندوستان میں چلنے والی آزادی کی بہت ساری تحریکیں ناکامی اور طوالت کا شکار صرف اسی لئے ہیں کہ ان تحریکوں نے صرف ہندوستان کے فوجیوں یا عام سویلین افراد کو مارنے تک اپنا کام محدود رکھا ہے حالانکہ ہندوستان کے حکام خود ہندوستان میں بڑھتی ہوئی آبادی سے سخت نالاں اور پریشان ہیں صرف گزشتہ ایک سال میں خاندانی منصوبہ بندی پر حکومت نے تقریباً" سولہ سو اسی (1680) کروڑ روپے کی خطیر رقم خرچ کی ہے اب اگر ایسے ملک میں چند سو یا چند ہزار افراد مار دیئے جائیں تو اس ملک پر کیا اثر پڑے گا بلکہ یہ تو اس کی خاندانی منصوبہ بندی میں ایک طرح کا تعاون ہے۔ ہاں اگر ہندوستان کوئی آسودہ ملک ہوتا اور وہاں انسانی جانوں کی کوئی قدر و قیمت ہوتی تو اب تک کشمیر پنجاب ناگالینڈ' منی پور' آسام اور بہار میں ہونے والے فوجی نقصانات پر فوج میں بغاوت پھیل جاتی یا عوام اپنی فوج کی ہلاکت کے صدمے پر سڑکوں پر نکل آتے جبکہ حالات یہ ہیں کہ ہندوستان میں بیروزگاری اس قدر زیادہ ہے کہ فوجی اپنے ساتھیوں کی لاشیں ڈھوڈھو کر تھک جاتے ہیں مگر کچھ بول نہیں سکتے کیونکہ انہیں جو اٹھارہ سو روپے یا دو ہزار روپے تنخواہ مل رہی ہے وہی ان کی اور ان کے اہل خانہ کی تمام تر گزران کا ذریعہ ہے اور وہ کچھ بول کر اس سے محروم ہونا نہیں چاہیئے کیونکہ اگر ان کو یہ تنخواہ نہیں ملے گی تو وہ بھی دوسرے کروڑوں لوگوں کی طرح بھوک اور فاقے کا شکار ہوں گے۔ اس لئے وہ موت کا سامنا کرتے رہتے ہیں مگر اپنی حکومت کے سامنے اف نہیں کرسکتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کے پیچھے بھرتی ہونے والوں کی ایک لمبی لائن لگی ہوئی ہے جو اس انتظار میں ہیں کہ کوئی فوج سے نکلے یا مرے تو انہیں نوکری مل سکے۔ اگر ہندوستان میں چلنے والی تحریکیں ہندوستان کی اقتصادیات پر ضرب لگاتیں تو اب تک کتنے علاقوں کو اس آقا کی بدترین غلامی سے نجات مل چکی ہوتی جس کے دل میں سب کو محکوم بنا کر رکھنے کا شوق تو ہے مگر انہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ اس طرح اگر یہ تحریکیں

ریشمی دھوتیاں اور سفید کشتی نما ٹوپیاں پہنے ہوئے اور ہاتھ جوڑ جوڑ کر قوم کو لوٹنے والے سیاستدانوں اور جاسوسی اداروں پر ہاتھ ڈالتیں تو ان کی آزادی کی منزل بہت قریب آسکتی تھی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ عسکری شعبے میں کام کرنے والے افراد کو بھرپور تدبیر عمدہ حکمت عملی اور موثر جنگی چالوں سے کام لینا چاہئے تاکہ وہ دشمن میں غلط خبریں پھیلانے اور اسکے اندازوں کو گڈمڈ کرنے سے لے کر دشمن کی اصل جڑیں کاٹنے تک کے کام کو پوری خوش اسلوبی کے ساتھ کر سکیں۔ اور اپنے افراد کا زیادہ سے زیادہ بچاؤ کر سکیں۔ مجاہدین کرام میں شوق شہادت کوٹ کوٹ کر بھرا ہونا چاہئے مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ شہادت ایک نعمت اور اعزاز ضرور ہے مگر مقصود ہرگز نہیں اس لئے مجاہدین کو ہمیشہ وہ مقاصد مدنظر رکھنے چاہئیں جن کے لئے جہاد فرض کیا گیا ہے اور شوق شہادت میں بے تاب ہو کر کبھی بھی بے احتیاطی اور جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے۔

شعبہ عسکری کی تقسیم

عسکری شعبے کو موثر اور مضبوط بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس شعبے کے امور اور افراد کو تین جماعتوں میں تقسیم کیا جائے یعنی اس شعبے کے پھر تین شعبے بنائے جائیں۔

(1) شعبہ تربیت (2) شعبہ سراغ رسانی (3) شعبہ جنگ۔

(1) شعبہ تربیت

شعبہ تربیت میں بعض ایسے مخصوص افراد ہونے چاہئیں جو ہر طرح کی جسمانی اور اسلحے کی تربیت سے مالا مال ہوں اور فکری تربیت بھی رکھتے ہوں اور انہیں ٹریننگ سینٹر چلانے اور جنگ کرانے اور کرنے کا تجربہ ہو اس شعبے کے افراد اپنی پوری قوت اور صلاحیت افراد کی تربیت اور ٹریننگ پر خرچ کریں اور تنظیم کے مشورے سے مستقل اور چلتے پھرتے وقتی ٹریننگ سینٹر قائم کریں۔ مختلف علاقوں اور ملکوں میں جاکر مسلمانوں کو عملی جہاد کی تربیت دیں اس شعبے کے پاس تنظیم کے تمام تربیت یافتہ افراد کی مکمل فہرست ان کے پتے ان کی تنظیمی حیثیت اور ان کی تربیت کی سطح اور معیار کا مکمل ریکارڈ ہونا چاہئے اس شعبے کی طرف سے وقتاً فوقتاً" ایسے خصوصی تربیتی دوروں کا انتظام ہونا چاہئے جن میں تنظیم کے ذمے دار حضرات اور دوسرے شعبوں میں کام کرنے والے حضرات اپنی جہادی تربیت مکمل کر سکیں۔ اس شعبے کے ذمے دار حضرات کو دوسری جہادی اور عسکری تنظیموں کے ساتھ مکمل میل جول رکھ کر ان کے عسکری تجربوں اور ان کے انداز تربیت سے بھی استفادہ کرنا چاہئے۔

(2) شعبہ سراغ رسانی

شعبہ سراغ رسانی میں ایسے مضبوط، پھرتیلے اور بے نفس اور تجربہ کار افراد کو رکھنا چاہئے جن کی وفاداری اور تقوے پر مکمل بھروسہ ہو اور وہ شہرت پسندی اور ذاتی دشمنی رکھنے کے امراض سے پاک ہوں اس شعبے کے کئی اہم کام ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

○ دشمن کی طاقت اور اس کے حساس مقامات کی مکمل خبر رکھنا۔

○ دشمن کی کمزوریوں سے باخبر ہونا۔

○ دشمن میں اپنی طاقت اور جنگی حکمت عملی کے متعلق مختلف افواہیں پھیلانا۔

○ اپنی تنظیم میں دشمن کے افراد یا ایجنٹوں کے گھسنے کی روک تھام کرنا۔

○ کسی نئے علاقے میں عسکری کارروائیوں سے پہلے تمام انتظامات مکمل کرنا اور حساس اہداف کا تعین کرنا۔

○ تنظیم میں داخلی بغاوتوں پر کڑی نظر رکھنا۔

○ دشمن کے ہاتھوں قید اپنے ساتھیوں سے رابطہ رکھنا۔

○ مجاہدین کے لئے دشمن کے افراد کی وفاداریاں حاصل کرنا اور مجاہدین کے لئے چینل بنانا۔

○ میدان جنگ میں مصروف مجاہدین تک اموال پہنچانے کے لئے خفیہ

انتظامات کرنا۔

○ اندرون ملک اور بیرون ملک تنظیم کے خلاف ہونے والی سازشوں کا بروقت پتہ لگانا اور ان کا قلع قمع کرنا۔

(3) شعبہ جنگ

جبکہ جنگی شعبے میں کام کرنے والے حضرات کی تجربہ کار کمانڈروں پر مشتمل ایک جہادی شوری ہونی چاہئے جو امیر اور تنظیم کی اطاعت میں مربوط کارروائیاں کرے اور تربیت یافتہ مجاہدین کو میدان جنگ میں موثر طریقے سے کام میں لائے اور دشمن پر کاری ضربیں لگائے بہرحال اس شعبے کے کام کاج معروف ہیں۔

جہاد اور فساد میں امتیاز

مجاہدین کرام کو یہ بات کبھی بھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ جہاد ایک مقدس عبادت ہے اور عبادت وہ ہوتی ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ادا کی جائے اس لئے مجاہدین کو اپنی نیت ہمیشہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے رکھنی چاہئے اور دل میں کسی قسم کا تکبر، بڑائی یا ریاکاری اور دکھلاوا نہیں آنا چاہئے تاکہ یہ عظیم عمل محفوظ رہے اور اللہ کے دربار میں قبول ہو کیونکہ وہ شخص جس نے خود کو بہادر کہلانے کی خاطر جان دی تو اسے سب سے پہلے جہنم میں ڈالا جائے

گا اس لئے مجاہدین کو کبھی بھی اپنے کارناموں پر نظر نہیں کرنی چاہئے۔ اور نہ ہی بغیر ضرورت کے اپنے کارناموں کا چرچا کرنا چاہئے ہاں اگر ترغیب اور دعوت کے لئے واقعات سنائے جائیں تو ان میں بھی اپنی شخصیت کو کم سے کم اور جہاد کی عظمت اور اللہ تعالیٰ کی نصرت کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کیا جائے۔ اگر ایک مجاہد کا یہ عقیدہ بن جائے کہ اس نے خود کچھ نہیں کیا بلکہ جو کچھ ہوا وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اور نصرت کی بدولت اسے یہ کام کرنے کا موقع ملا ہے تو ایسے مجاہد کی نیت میں کبھی فتور نہیں آتا خواہ وہ اپنے تمام واقعات لوگوں کو سنا دے یا کسی کتاب میں چھاپ دے بلکہ ایسے مجاہد کو تو واقعات سنانے یا کتاب میں چھپوانے پر بھی اجر ملے گا کیونکہ یہ واقعات ہزاروں لوگوں کو جہاد پر لانے کا ذریعہ بن سکتے ہیں اور اگر محض واقعات کو سنا دینا ہی ریاکاری ہوتا تو حضرات صحابہ کرام اور سلف صالحین کے واقعات آج ہم تک نہ پہنچ پاتے۔ لیکن اگر خدانخواستہ کسی مجاہد کی نظر اپنی ذات پر ہے اور وہ خود کو پرانا اور تجربہ کار اور ناقابل تسخیر مجاہد سمجھنے لگا ہے اور اپنے کارناموں کو اپنا کمال سمجھنے لگا ہے اور خود کو پرانا مجاہد کہہ کر وہ مختلف طرح کے حقوق کا تقاضہ کر رہا ہے تو یہ ایسی خطرناک صورتحال ہے جس کی اصلاح ضروری ہے اور ایسی حالت میں اس مجاہد کے واقعات بھی ریاکاری پر مبنی ہو سکتے ہیں جو اس کے عمل

اور اس کی آخرت کے لئے سخت مضر ہیں۔ اس لئے مجاہدین کرام کو واقعات سنانے اور واقعات لکھوانے سے قبل اپنی نیت کو خوب درست کر لینا چاہئے۔ دوسری ایک اہم بات یہ ہے کہ ہاتھوں میں اسلحے کا آنا ایک عظیم الشان نعمت ہے اور شیطان کی کوشش ہوتی ہے کہ یہ نعمت غلط استعمال کرادی جائے تاکہ جہاد اور مجاہدین بدنام ہو جائیں۔ اس لئے وہ خوش قسمت مجاہدین جن کے ہاتھوں میں اسلحہ ہے انہیں یہ خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اگر اس اسلحے کا استعمال شریعت کے احکامات کے مطابق ہوگا تو ان کا عمل جہاد کہلائے گا اور انہیں اس عظیم الشان عبادت کا ثواب ملے گا لیکن اگر انہوں نے اسلحے کا استعمال محض اپنے جذبات یا بعض وقتی نعروں کی تکمیل میں کیا اور شریعت کے احکامات کی پابندی نہیں کی تو ان کا عمل جہاد نہیں بلکہ فساد ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے نفرت فرماتے ہیں جو زمین پر فساد برپا کرتے ہیں۔ بعض ایسے افراد جو سطحی ذہنیت رکھتے ہیں اور وقتی جذبات سے مغلوب ہیں شیطان ان کے دل میں فوری طور پر کچھ کر گزرنے کا خیال ڈالتا ہے پھر ایسے لوگوں کو مجاہدین کی منظم تحریک اور ان کی شریعت کے مطابق وضع کردہ پالیسیاں اچھی نہیں لگتیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو کوئی کام ہوتا نظر نہیں آرہا۔ ایسے لوگوں کی نظر میں کسی مخالف فرقے کی عبادت گاہ پر گرنیڈ پھینک دینا یا کسی عوامی اجتماع میں کوئی تخریبی

حرکت کر لینا یا کسی بھنگی چرسی کو مار گرانا بہت بڑا کارنامہ ہے جبکہ ایک منظم جنگ کے ذریعے سوویت یونین سے کروڑوں مسلمانوں کو آزادی دلانا اور ہندوستان کے متعصب ہندوؤں کے ہاتھوں بیس کروڑ مسلمانوں کا مستقبل تباہ ہونے سے بچانا کوئی کام نہیں۔ سطحی ذہنیت رکھنے والے یہ نوجوان پوری دنیا میں پائے جاتے ہیں ان میں سے بعض تو منصوبے بناتے رہ جاتے ہیں اور بعض کی جذباتی حرکتوں سے بڑی بڑی تحریکیں تباہی کے دہانے تک جا پہنچتی ہیں ایسے نوجوان بعض اوٹ پٹانگ سوالات یا تو علماء سے پوچھتے پھرتے ہیں یا پھر اپنے منصوبے لے کر مجاہدین کے قائدین کو ستاتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ آپ کا جہاد اپنی جگہ لیکن اگر اپنے ملک میں کوئی کام ہو تو ہم حاضر ہیں۔ آپ تو خواہ مخواہ فلاں سے لڑ رہے ہیں اصل دشمن تو آپ کی بغل میں بیٹھے ہیں یا وہ پوچھیں گے کہ فحاشی پھیلانے والی عورتوں کو قتل کرنا جائز ہے یا نہیں۔ وہ لوگ جو مجاہدین کی مدد نہیں کرتے آپ اجازت دیں ہم انہیں لوٹ لیں گے فلاں بنک فلاں طبقے کے لوگ چلاتے ہیں ہم اسے لوٹ لیں تو دین کا فائدہ ہو گا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی نہ تو علماء کرام کرتے ہیں اور نہ ہی مجاہدین کے قائدین اور انہیں ہر طرف سے کھرا جواب مل جاتا ہے کہ آپ لوگوں کے ارادے اور عزائم ٹھیک نہیں ہیں جہاد تو وہ ہوتا ہے جو شرعی حدود میں رہ کر امیر کی اطاعت

میں کیا جائے تو یہ جواب سن کر وہ مجاہدین اور علماء کے خلاف فتوے بازی شروع کر دیتے ہیں۔ اور اپنے منصوبے لے کر اور لوگوں کے پاس جاتے ہیں۔ اور کبھی کبھار اس طرح کے آٹھ دس افراد جمع ہو کر کوئی گروپ بنا لیتے ہیں اور کوئی ایک آدھ الٹی حرکت کر کے ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔

جہادی تنظیموں کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے ایک ایک کارکن کو ہتھیار اٹھانے سے پہلے اس ہتھیار کے تقدس اور اس کے استعمال کی شرعی شرائط اور صورتوں سے مکمل آگاہ کریں اور ان میں اطاعت امیر کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھریں اور شہرت پسندی اور سطحی جذبات کے امراض کو کھرچ کھرچ کر ان کے دلوں سے نکالیں۔ اور ایسے افراد کی ہرگز حوصلہ افزائی نہ کریں جو اسلحہ کے غلط استعمال کا جذبہ رکھتے ہوں اور فوری طور پر کچھ کر گزرنے کی فکر میں پگھلتے جا رہے ہوں۔ ایسے لوگوں کو تنظیم اور مجاہدین سے دور رکھا جائے کیونکہ جہاد کسی طرح کی لوٹ مار، قتل و غارتگری اور دہشت پسندی کا نام نہیں بلکہ یہ ایک مقدس عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا، امیر کی اطاعت اور شریعت کے احکامات کی روشنی میں ادا کی جاتی ہے۔ جہاد کا مقصد فرد اور معاشرے کی اصلاح ہے جہاد کا مقصد زمین پر امن قائم کرنا ہے۔ جہاد کا مقصد انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار بنانا ہے جہاد دعوت حق کا دوسرا نام ہے اس لئے مجاہد میں داعی حق کی صفات ہونی

چاہئیں اور چونکہ آج اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پوری دنیا میں سازشوں کے جال بچھائے جاچکے ہیں اس لئے بہت ہی منظم اور محتاط طریقے سے جہاد کی ضرورت ہے اور یہ اس وقت ممکن ہوگا جب سطحی ذہنیت اور وقتی جذبات سے بالاتر ہو کر اسلامی احکامات کے مطابق منظم طریقے سے جہاد کی تحریک کو چلایا جائے گا تب اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی اترے گی اور جہاد کے جملہ مقاصد بھی حاصل ہوں گے اور انشاء اللہ کلمتہ اللہ (اللہ کا نام اور اللہ کا نظام) بلند ہوگا اور دین اسلام کو دنیا پر غلبہ ملے گا۔

اے اللہ کے راستے کے مجاہدو! یاد رکھو کہ جہاد انسانوں کو انسانوں کی غلامی میں لانے کا ذریعہ نہیں ہے اور نہ ہی ہمارا جہاد ذاتی سربلندی اور اعزازات حاصل کرنے کے لئے ہے۔ ہم دنیا سے فتنہ و فساد ختم کرنے کے لئے جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہیں نہ کہ زمین پر فتنہ و فساد برپا کرنے کے لئے۔ اس جہاد سے ہمارا مقصد آخرت کی کامیابی ہے۔ نہ کہ دنیا میں ظاہری ذاتی شان و شوکت۔ اس لئے جب بھی ہمارے ہاتھوں میں ایمانی زیور یعنی اسلحہ آجائے تو ہمارے دل قرآن مجید کی اس خدائی صدا کی طرف متوجہ ہوجانے چاہئیں۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ قصص آیت ۸۳

ترجمہ۔ یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو عطا کریں گے جو دنیا میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور فساد برپا نہیں کرتے اور بہترین انجام پرہیزگاروں کا ہے۔

ایک مسلح اور تربیت یافتہ مجاہد کے دل و دماغ میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ستائیس غزاوات' بدر و احد میں حضرات صحابہ کرام کی تلوار بازی' روم و فارس میں حضرات صحابہ کرام کے ایمان افروز عسکری کارنامے' ایک بچی کی پکار پر محمد بن قاسمؒ کی سندھ پر یلغار' ایک غیر مسلم بچی کی عزت بچانے کے لئے طارق بن زیاد کے اندلس پر حملے اور مسجد اقصیٰ کی آزادی کے لئے صلاح الدین ایوبیؒ کی صلیبی جنگیں اور سومناتھ کے بت کدوں کو مٹانے کے لئے غزنویؒ کی یلغار ہونی چاہیے۔ وہاں اس مجاہد کے ذہن میں یہ بھی ہونا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں منافقین سے لڑنے کی اجازت مرحمت نہیں فرمائی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آدھی دنیا کے حکمران ہونے کے باوجود چند سو بلوائیوں پر تلوار اٹھانے کی اجازت عطا نہیں فرمائی۔

قائد المجاہدین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جہاد کے لئے لشکر بھیجتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تلقین فرماتے تھے کہ

جاؤ اللہ کا نام لے کر اور اللہ کی مدد کے ساتھ اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے دین پر، کسی بوڑھے ناکارہ شخص کو قتل مت کرنا اور شیر خوار بچے اور چھوٹے لڑکے اور عورت کو قتل مت کرنا اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور غنیمت کا مال ایک جگہ جمع کر دینا (تقسیم کے بعد اپنا حصہ لینا) اور اپنے باہمی معاملات درست رکھنا۔

اور کبھی ان الفاظ کا اضافہ فرماتے تھے۔ کسی سے عہد شکنی نہ کرنا، کسی کے ناک کان مت کاٹنا (یعنی مرے ہوئے دشمن کی لاش کو مت بگاڑنا) اور کسی بچہ کو قتل مت کرنا۔

اس طرح یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسلمانوں کو جہنم کی وعید سنائی ہے جو ایک دوسرے پر تلواریں لے کر ٹوٹ پڑیں۔ اس صورت میں قاتل و مقتول دونوں کے لئے جہنم ہے۔ اور یہ بات بھی خوب اچھی طرح سے دل و دماغ میں ہونی چاہیے کہ ایک جان کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت زیادہ قدر و قیمت ہے اس لئے محض وہم اور شبے کی بناء پر یا صرف مخبری وغیرہ کے غیر ثابت شدہ الزام کی صورت میں کسی کی جان نہیں لینی چاہیے کیونکہ جب ناحق قتل ہوتا ہے تو اس گناہ سے زمین لرز اٹھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ہٹ جاتی ہے۔

اے امت مسلمہ کے عظیم سرفروشو! جنت کے مستحق جوانو! میدان جہاد کے جانبازو! اچھی طرح یاد رکھو کہ آپ کی لڑائی کسی خاص قوم قبیلے،

تنظیم یا گروہ کے لئے نہیں ہے آپ کسی ایک قوم کو دوسری قوم پر بالادستی دلانے کے لئے خون نہیں پیش کر رہے آپ کے جہاد کا مقصد کسی ایک تنظیم یا کسی ایک گروہ کو دوسری تنظیموں پر سبقت دلوانے کے لئے نہیں ہے۔ آپ عربی یا عجمی قومیت کے علمبردار نہیں، آپ انسانوں میں سے بعض کے عہدوں اور اقتدار کے محافظ نہیں ہیں۔ آپ کی لڑائی اللہ کی رضا کے لئے ہے،

اسی لئے اسی لڑائی کو جہاد کہا جاتا ہے۔ آپ اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔ اس لئے آپ کے پاؤں کی مٹی بھی جنت کی ضمانت ہے۔ آپ قرآن کی عظمت اور اللہ کے نظام کی بالادستی کے ذریعے انسانیت کو کامیابی کی منزل پر لانے کی جدوجہد کر رہے ہیں اور آپ انسانوں کو انسانوں کی بندگی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لانے کا عظیم کام کر رہے ہیں۔ آپ وہ خوش قسمت ہیں جو اپنے خون کی سرخی سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اسلام کی حقانیت کی گواہی دے رہے ہیں۔ اس لئے آپ کو قتل ہونے کے بعد شہید کا اعزاز ملتا ہے۔ آپ کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ آپ کی گولی کسی مسلمان کے سینے میں پیوست ہو۔ آپ کے لئے حرام ہے کہ آپ ایک قوم کو دوسری قوم پر غلبہ دلانے کے لئے اپنی جوانی اور طاقت کا استعمال کریں۔ آپ کے لئے

ناجائز ہے کہ آپ ایک تنظیم کو دوسری تنظیم پر سبقت دلانے کے لئے اپنے مقدس اسلحے کا استعمال کریں۔ آپ ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے راستے کے مجاہد، اسلام کے سپاہی اور دین کے داعی اور محافظ ہیں اور یہی اعزازت آپ کے لئے دنیاو آخرت کا سرمایہ ہیں۔

جہاد کے ممکنہ نتائج کیلئے ذہنی تیاری

جب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نصرت سے مسلمان جہاد کرتے ہیں تو اس کے کئی طرح کے فوری نتائج سامنے آتے ہیں۔ اس لئے ایک مجاہد کو ان ممکنہ نتائج کے لئے ذہنی طور پر ہمیشہ تیار رہنا چاہیے جبکہ آج کل ہوتا یہ ہے کہ جہاد کے نتیجے میں فوری فتح اور پھر خلافت راشدہ کے فوری قیام کی توقع باندھ لی جاتی ہے۔ اور یہ سوچا جاتا ہے کہ بس جیسے ہی جہاد کریں گے فورا" فتح حاصل ہو جائے گی اور جیسے ہی فتح ملے گی خلافت راشدہ کا قیام ہو جائے گا اور قرون اولی کا ماحول بن جائے گا اور مفتوح علاقے کے گلی کوچوں اور ہر مرد پر اسلام کی مکمل چھاپ نظر آنے لگے گی لیکن پھر جب جہاد کے بعد یہ سب کچھ نظر نہیں آتا تو ایک دم جہاد کے خلاف باتیں ہونے لگتی ہیں اور بہت سے لوگ مایوسی کی وجہ سے دل چھوڑ بیٹھتے ہیں اور جہاد کے بعض داعی جنہوں نے خلاف راشدہ کے قیام کے وعدے کئے

ہوئے ہوتے ہیں پھر شرم کے مارے منہ چھپائے پھرتے ہیں اور جہاد کے مخالفین کو جہاد کے خلاف اپنے دل کا بغض نکالنے کے لئے ایک اور بھونڈی دلیل مل جاتی ہے۔ اس صورتحال کی واضح مثال جہاد افغانستان ہے۔ 1992ء میں جب کابل کے کیمونسٹ حکمران جنرل نجیب اللہ کو اپنے عہدے سے ہٹا دیا گیا اور کیمونسٹ انتظامیہ نے مجاہدین کے سامنے خودسپردگی کرتے ہوئے انہیں کابل کا اقتدار سنبھالنے کی دعوت دی اور مجاہدین کو کابل میں داخلہ نصیب ہوا۔

اور مجاہدین نے حکومت سنبھالی کچھ بڑے عہدوں پر مجاہدین کے قائدین کو مامور کیا گیا لیکن ابھی تک کابل کی سابق انتظامیہ باقی تھی نہ تو افغانستان کی سابق فوج ختم ہوئی تھی۔ نہ دفاتر میں سابقہ نوکر شاہی کا کوئی متبادل انتظام تھا نہ ہی ازبک ملیشیا (جس نے مجاہدین کو کابل میں داخلے کی دعوت دی اور نجیب اللہ کا تختہ الٹا) سے لڑ کر اسے ختم کرنے کا کوئی اخلاقی اور شرعی جواز موجود تھا۔

کابل کے ہر دفتر میں پرانی نوکر شاہی براجمان تھی۔ ازبک ملیشیا اپنی جنگی قوت سے پوری طرح لیس تھی۔ کئی چھوٹے چھوٹے گروپ بھی کابل کے کئی علاقوں پر قابض ہو گئے تھے ان گروپوں کو پڑوسی ملک ایران کی حمایت حاصل تھی۔ پھر پورا افغانستان بکھرا پڑا تھا چودہ سال کی خوفناک جنگ نے

اس ملک کو کئی حصوں اور ٹکڑیوں میں بانٹ دیا تھا۔ ہر حصے اور ٹکڑے پر الگ عسکری طاقت موجود تھی۔ اس ملک کی زمین میں کروڑوں بارودی سرنگیں انسانوں کو لقمہ بنانے کے لئے ہروقت تیار تھیں اور ملک کے ساٹھ لاکھ سے زائد افراد پڑوسی ممالک میں مہاجرین کی زندگی بسر کررہے تھے۔ روس کے انسانیت سوز مظالم نے اس عظیم قوم کو لاکھوں بے سہارا بیواؤں، یتیموں اور معذوروں کا تحفہ الگ سے دے دیا تھا۔ ان دردناک اور غیر یقینی حالات میں اس بات کی ضرورت تھی کہ مجاہدین ایک دوسرے کے ساتھ بھرپور تعاون کریں اور سابق کیمونسٹ انتظامیہ کو مل جل کر آہستہ آہستہ اقتدار سے الگ کریں اور اپنے داخلی اور خارجی مسائل پر قابو پانے کے لئے مل جل کر کوئی حکمت عملی وضع کریں مگر ہوا یہ کہ کابل میں مجاہدین کے داخلے کے ایک دو روز بعد جذباتی لوگوں نے شور مچایا کہ کابل میں تو ابھی تک خلافت راشدہ قائم نہیں ہوئی۔ ابھی تک بے پردہ عورتیں بازاروں میں پھر رہی ہیں۔ کابل میں عملاً ”رشید دوستم کی ازبک ملیشیا کا قبضہ ہے اور مجاہدین توکٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔ کابل کے دفاتر میں کیمونسٹ کام کررہے ہیں۔ بس انہیں اور ان جیسی اور باتوں کو بہانہ بنا کر ایک گروپ نے کابل پر چڑھائی کی اور اس فتنے کا دروازہ کھولا جو اب تک بند نہیں ہورہا۔ جنگ شروع ہونے کے بعد پھر کس نے کیا کیا۔ یہ ایک لمبی داستان

ہے۔ اس زمانے کی اندھی لڑائیوں میں بہت کچھ ایسا ہوتا ہے جس کا فریقین کو بھی علم نہیں ہوتا۔ یقیناً“ اس کے بعد ہر طرف سے زیادتیاں ہوئیں عہد شکنی اور وعدہ خلافی کے دلدوز مناظر اور مجاہدین کی باہمی لڑائی کے دلخراش مناظر دیکھنے کو ملے بڑی بڑی صاف شخصیتیں داغ دار ہوگئیں۔ بڑے بڑے بااعتماد افراد امت مسلمہ میں اپنے اعتماد کو کھو بیٹھے لیکن آپ دیکھیے آغاز کیسے ہوا۔ ہم نے ان دنوں ایک افغان لیڈر کا انٹرویو دیکھا تھا جو جذباتی عرب مجاہدین کے گھیرے میں انٹرویو دے رہے تھے اور دکھ سے اس کا اظہار کررہے تھے کہ ابھی تک کابل میں ازبک ملیشیا کا قبضہ ہے۔ کابل میں ابھی تک اسلام کو بالادستی نہیں ملی اور ہم کابل سے کیمونسٹوں کے اقتدار کو مٹانے کے لئے آخری دم تک جنگ کرتے رہیں گے اور اس انٹرویو کے دوران عرب مجاہدین جذباتی نعرے لگارہے تھے۔ ہمیں اندازہ ہوگیا تھا کہ انہیں نعرے لگانے والوں نے ہی اس عظیم لیڈر کو اس غلطی پر مجبور کررکھا ہے۔ اگر یہ لڑائی کرنے کی بجائے خود اپنی قوت کے ساتھ کابل جائے اور پھر دوسرے لیڈروں کے ساتھ مل جل کر کام کرے تو کیمونسٹوں کا صفایا ہوجائے گا مگر اس وقت جنگ شروع ہوئی اور کیمونسٹوں نے موقع دیکھ کر مختلف مجاہدین تنظیموں کا تحفظ لینا شروع کیا اور پھر یہ معاملہ لمبا ہی ہوتا چلا گیا۔

ہمارا اس مثال کو پیش کرنے کا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ جہاد کے ممکنہ نتائج کے لئے جب مجاہدین ذہنی طور پر تیار نہ ہوں تو اس کے کتنے غلط نتائج نکل سکتے ہیں باقی ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ خدانخواستہ جہاد افغانستان ناکام ہوگیا ہے بلکہ ہمارا نظریہ تو یہ ہے کہ جہاد افغانستان میں مسلمانوں کو عموماً” اور مجاہدین کو خصوصاً” وہ کامیابی ملی ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ افغانستان کا جہاد نہ تو کابل پر مجاہدین کے اقتدار کے لئے تھا اور نہ ہی بعض افراد کو اقتدار سے ہٹا کر دوسرے بعض کو کرسی اقتدار پر لانا تھا۔ خود ایک طویل عرصہ تک مجاہدین کو بھی یہی خیال تھا کہ ہم افغانستان میں اسلام کے تحفظ کے لئے لڑ رہے ہیں اور ہمیں اس لڑائی میں شہادت کا عالی مقام مل جائے گا۔ لیکن اس عظیم جہاد کی بدولت سوویت یونین کا خونخوار درندہ اپنی موت آپ مرگیا۔ اور پاکستان سے لے کر خلیج تک کے ممالک کو اطمینان کا سانس لینے کا موقع ملا۔

اسی عظیم جہاد کی بدولت سوویت یونین کے شکنجے سے کئی مسلم ریاستوں کو آزادی ملی حالانکہ وہاں پر اب آزادی کا خیال ہی دلوں سے نکل چکا تھا۔

اسی جہاد کی بدولت دنیا میں مسلمانوں کا پھر سے ایک رعب قائم ہوا جسے ہمارے کٹھ پتلی حکمرانوں نے خاک میں ملا دیا تھا۔

اسی عظیم جہاد کی بدولت دنیا بھر میں اسلامی تحریکوں کو طاقت ملی اور جہاد

کا عظیم عمل پوری آب و تاب کے ساتھ دنیا کے کئی ممالک میں زندہ ہوا۔

یہ وہ نتائج ہیں جو افغان جہاد کے دوران حاصل ہوتے چلے گئے پھر آہستہ آہستہ افغانستان میں خلافت راشدہ کے طرز کی حکومت اور اس طرح کے اور کئی ایمان افروز نعرے مجاہدین اور جہاد سے محبت کرنے والوں کی زبان پر آتے چلے گئے۔ اور جب کابل کا سقوط ہوا تو اس جہاد کے حاصل شدہ نتائج کو بھلا دیا گیا اور ان نعروں کی طرف سب متوجہ ہوئے جو اس جہاد کے آخری زمانے میں لگائے گئے تھے اور یہ نعرے کھوکھلے بھی نہیں تھے اور مجاہدین کی پختہ نیت بھی تھی کہ افغانستان سے کمیونسٹ انتظامیہ کے خاتمے کے بعد وہاں اسلامی نظام نافذ کیا جائے گا کیونکہ ان کی لڑائی کا اصل مقصد ہی یہی تھا لیکن کابل کے سقوط کے بعد کسی نے یہ نہ سوچا کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے راستے میں ابھی کس قدر رکاوٹیں ہیں دنیا کے تقریباً” تمام ممالک افغانستان میں کٹر اسلامی حکومت کے قیام کے تصور کو ہی اپنی موت سمجھتے ہیں اور تو اور پڑوسی اسلامی ممالک بھی نہیں چاہتے تھے کہ وہاں پر خالص اسلامی حکومت قائم ہو پھر کمیونسٹوں کی باقیات اور ان کے اثرات کا خاتمہ بھی ایک آسان مرحلہ نہیں تھا۔ مہاجرین کی آباد کاری اور افغانستان کی تعمیر نو بھی جان جوکھوں کا کام تھا۔ ایسے حالات میں یقیناً” سب کی مشترکہ کوشش اور جہد مسلسل کی ضرورت تھی جبکہ دور حاضر میں

انٹرنیشنل قوانین بھی ایک مستقل مسئلہ ہیں جن سے ٹکرانے کے لئے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔

بہرحال بعض افراد کی جلد بازی اور بعض افراد کی پرانی دشمنی اور بعض دیگر وجوہات نے افغانستان کو ایک نئی جنگ میں الجھا دیا لیکن ہمیں یقین ہے کہ افغانستان کا جہاد کامیاب ہوا ہے اور اس سرزمین پر انشاء اللہ ایک نہ ایک دن ضرور مکمل طور پر اسلامی حکومت قائم ہوگی اور سولہ لاکھ شہداء کا خون جس نے کیمونزم کی ظلمتوں کو پاش پاش کردیا اور زیادہ رنگ لائے گا اور انشاء اللہ افغانستان سے امت مسلمہ کو بہترین قیادت ملے گی جو امت مسلمہ کے مسائل کو حل کرنے کے لئے کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرے گی۔ ہاں ہم پہلے بھی کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہونے میں کچھ وقت لگ سکتا ہے اور دشمنوں کی سازشوں اور اپنوں کی بے رخی کے ہوتے ہوئے یہ وقت کچھ زیادہ لمبا محسوس نہیں ہوتا۔

اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔

تو ایک مجاہد کو ہمیشہ اپنے دل و دماغ جہاد کے ممکنہ نتائج کے لئے تیار رکھنے چاہئیں اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ جب تک مجاہد کی نیت درست ہے اور اس کا جہاد شریعت کے مطابق ہے تو اس کے لئے ناکامی تو ہے ہی نہیں اگر وہ فتح پاتا ہے تب بھی کامیاب اور دشمن کے ہاتھوں

قتل ہوتا ہے تب بھی کامیاب۔ اس کے لشکر کو کامیابی ملتی ہے تب بھی وہ کامیاب اور اس کے لشکر کو ظاہری ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تب بھی وہ کامیاب۔ البتہ جہاد کے ظاہری نتائج کئی طرح کے ہوسکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اللہ رب العزت اسے جہاد میں ایسی کامیابی عطا فرمائیں کہ وہ اپنے جہاد کے مقاصد کو پورا ہوتے ہوئے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ جیسا کہ حضرات صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے بدر اور فتح مکہ میں دکھایا اور حضرت سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کو بیت المقدس کی فتح کی صورت میں دکھایا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مجاہد کو ظاہری طور پر شکست دیکھنی پڑے لیکن اس شکست میں بھی اس کے لئے مختلف فوائد ہوں گے جیسا کہ حضرات صحابہ کرام نے احد میں دیکھا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جنگ بغیر فتح و شکست کے ختم ہو اور اس کے اثرات بعد میں ظاہر ہوں جیسے کہ تحریک شہدائے بالاکوٹ میں ہوا کہ ظاہری طور پر فتح و شکست کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا مگر اس کے اثرات بعد میں ظاہر ہوئے۔

ہر معرکے‘ ہر تحریک اور ہر جہاد کے نتائج میں یہ تمام امکانات ہوتے ہیں اس لئے مجاہد کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی پوری محنت اور کوشش کر ڈالنی چاہیے اور نتائج کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا چاہیے اسے نہ تو فتوحات پر اترانا اور اکڑنا چاہیے اور نہ ظاہری شکست پر دل برداشتہ اور

کبیدہ خاطر ہونا چاہیے۔ اس کی محنت جدوجہد اور قربانی کبھی بھی رائیگاں نہیں جاسکتی۔ اس کے فوری یا بدیر نتائج ضرور نکلیں گے اور اس کی جدوجہد پوری دنیا کے انسانوں کو رحمت خداوندی کا مستحق بنادے گی۔ اگر انسانوں کی محنت اور قربانی سے انسانوں کے قافلے جہنم کا راستہ چھوڑ کر جنت کے راستے پر چل پڑتے ہیں تو یہ سودا بہت سستا ہے۔

اگر اسلام کے نفاذ اور نظام خلافت کے قیام کی نعمت حاصل ہوجاتی ہے تو یہ بہت ہی گرانمایہ نعمت ہے اور اس نعمت کے حصول کے لئے جو کچھ بھی قربان کرنا پڑے وہ بہت معمولی اور سستا ہے۔

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

اگر وہ مجاہد یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے تو بھی ایک نعمت ہے اور اگر یہ سب کچھ اس کے بعد ظاہر ہوتا ہے تو بھی اس کا اجر اللہ کے ہاں پکا ہے اور اس جہاد میں اس کا بھرپور حصہ ہے۔

دوسرا حصہ

مجاہدین کے اوصاف

مُجاہدین کے اوصاف

ایمانِ کامل
اتباعِ سنّت
ذکر و نوافل
رُحماءُ بینھم کا مصداق
اطاعتِ امیر
مجاہد کا آئینہ

مجاہدین کے اوصاف

ایمانِ کامل

قرآن مجید میں جہاد کا حکم ”ایمان والوں“ کو دیا گیا ہے کیونکہ جہاد کی بنیاد ہی ایمان ہے اور جہاد جیسا عظیم عمل ایمان والے ہی کماحقہ ادا کر سکتے ہیں اور جہاد خود بھی ایمان کی تکمیل اور بلندی کا ایک بڑا ذریعہ اور ایک ایمان والے کے مومن ہونے کی پختہ شہادت ہے۔ ایمان سے مراد وہ پختہ اور قوی ایمان ہے جو دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو اور اس کی حلاوت اور مٹھاس انسان کے رگ و پے میں اتر چکی ہو اور اس ایمان کے اثرات انسان کی عبادات معاملات اور معاشرت پر پوری طرح سے نظر آتے ہوں اور انسان کے اخلاق اس ایمان کی دل میں موجودگی کا پورا پتہ دیتے ہوں۔

ایمان سے وہ کمزور اور لاغر ایمان مراد نہیں ہے جو جلتا بجھتا ہو اور انسان شکوک و شبہات کے ہچکولے کھا رہا ہو اور اس کے معاملات، معاشرت اور

اخلاق پر اس ایمان کے اثرات محسوس نہ ہوتے ہوں۔ ایمان تو ایک ایسی نعمت ہے جس کا اظہار مومن کی زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ سے اور اس کے جسم سے ادا کیے ہوئے ایک ایک فعل سے ہوتا ہے۔ مومن کی سوچ، مومن کے اخلاق، مومن کے نظریات، مومن کے عزائم اور مومن کے معاملات سبھی اس کے ایمانی جذبے کے زیر سایہ اور زیر اثر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا صرف زبان سے اقرار نہیں کرتا بلکہ یہ عقیدہ اس کے دل و جان میں ایسا اتر جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے جسمانی یا قلبی طور پر کسی بھی حالت میں نہیں جھکتا اور مشرکوں کے تمام طور طریقوں سے متنفر ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور عظمت گھر کر جاتی ہے اور دنیا کی حقارت اور اس کی بے وقعتی کا اس کو مکمل ادراک ہو جاتا ہے اور پھر اس کا مرنا جینا اٹھنا بیٹھنا سب ایک اللہ کے لئے ہو جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو ہی اپنے تمام مسائل کا حل کرنے والا اور اپنی تمام مشکلات کو دور کرنے والا مانتا ہے۔ آخرت کا یقین ایمان والے کے دل سے خود غرضی لالچ اور بہت سارے امراض کو نکال باہر کرتا ہے اور اس کی زندگی کے ایک ایک لمحے کو قیمتی بنا دیتا ہے کیونکہ ایمان والا یہ سمجھتا ہے کہ دنیا کی زندگی اس کے لئے آخرت کی تیاری کی ایک ایسی مہلت ہے جسے اگر اس نے ضائع کر دیا تو پھر ہمیشہ کا خسارا اس کا مقدر بن

جائے گا اور یہ مہلت دوبارہ نہیں ملے گی اس لئے وہ کبھی بھی اپنی زندگی کو فضول لہو و لعب یا بے کار تکاثر و تفاخر میں خرچ نہیں کرتا۔ اس طرح رسالت پر ایمان مومن کے لئے ایک ایسی کامیاب اور پر اثر شخصیت کو اس کی عقیدت، محبت اور اتباع کا محور بنا دیتا ہے جس شخصیت کے ایک ایک قول و فعل میں دین اور دنیا کی تمام بھلائیاں پوشیدہ ہیں اور اس شخصیت نے زندگی کے ہر مرحلے اور ہر شعبے میں انسان کی ایسی عملی رہنمائی کی ہے کہ اس کے بعد اب ایک ایمان والے کو اپنی زندگی کے کسی بھی مرحلے میں کسی اور کے پیچھے بھاگنے اور گمنام راستوں میں دوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ شخصیت ایمان والے کو گھریلو زندگی سے لے کر جہانبانی تک کے امور کا ایک مکمل اور عملی نمونہ پیش فرماتی ہے اور ماضی گواہ ہے کہ اس شخصیت کی اتباع کرنے والوں نے کیسی کامیاب اور عظیم زندگی گزاری اور ان کی دنیا و آخرت کس طرح سے سنور گئی اور اونٹوں کے گلے چرانے والوں نے کس طرح اس شخصیت کی اتباع میں دنیا کی بڑی بڑی نام نہاد مہذب اقوام کو مغلوب کیا اور ان کی تہذیب و معاشرت کی ناکامی کا اقرار خود ان کی زبانوں سے کروایا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ جماعت حضرات صحابہ کرام کا ایمان ہمارے لئے ایک نمونہ اور مثال ہے مجاہدین کو اس بات کی

پوری کوشش اور محنت کرنی چاہئے کہ ان کا ایمان حضرات صحابہ کرام کے ایمان جیسا ہو اور ان کے ایمان کی کیفیت اور ان کے ایمان کے اثرات حضرات صحابہ کرام کی ایمانی کیفیت اور ایمانی اثرات کے جس قدر قریب ہوں گے اسی قدر کامیابی اور کامرانی ان کے قدم چومے گی اور ان کے جہاد کے عمومی اور خصوصی اثرات بہت جلد پورے عالم پر پڑیں گے۔ حضرات صحابہ کرام کے مکمل ایمان اور ان کی ایمانی کیفیات کا جو نقشہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنے اثر انگیز الفاظ میں کھینچا ہے وہ ہم یہاں مجاہدین کرام کے لئے پیش کر رہے ہیں۔ حضرت مولانا دامت برکاتہم کے ایک ایک لفظ کو پورے غور و فکر کے ساتھ بار بار پڑھنے اور اس ایمانی کیفیت کو اپنے دل میں اتارنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔ مولانا دامت برکاتہم رقمطراز ہیں۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں صحابہ کرام کے ایمان تربیت و تکمیل کا سلسلہ جاری رہا قرآن برابر ان کے قلوب کو طاقت اور گرمی بخشتا رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس سے ان کو استحکام، خواہشات نفس پر قابو، رضائے الٰہی کی سچی طلب اور اس کی راہ میں اپنے کو مٹانے کی عادت، جنت سے عشق، علم کی حرص، دین کی سمجھ اور احتساب نفس کی دولت حاصل ہوئی۔ وہ لوگ چستی و سستی میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی اطاعت کرتے، جس حال میں ہوتے خدا کی راہ میں اٹھ کھڑے ہوتے۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں دس سال کے اندر ستائیس 27 مرتبہ جہاد کے لئے نکلے اور آپ کے حکم سے سو مرتبہ سے زائد کمربستہ ہو کر میدان جنگ کی طرف گئے۔ ان کے لئے دنیا سے بے تعلقی آسان بن گئی تھی۔ اہل و عیال کے مصائب برداشت کرنے کے عادی بن گئے تھے۔ قرآن کی آیات وہ بے شمار احکام لائیں جو ان کے لئے پہلے سے مانوس نہ تھے۔ نفس و مال اولاد و خاندان کے بارے میں احکام نازل ہوئے جن کی تعمیل کچھ ایسی کھیل نہ تھی۔ لیکن خدا اور رسول کی ہر بات ماننے کی عادت پڑ گئی تھی۔ شرک و کفر کی گتھی جب سلجھ گئی تو ساری گتھیاں ہاتھ لگاتے ہی سلجھ گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ان کے ایمان کے لئے کوشش فرمائی، پھر ہر امر و نہی اور ہر نئے حکم کے لئے مستقل کوشش اور جدوجہد کی ضرورت نہ رہی۔ اسلام و جاہلیت کے پہلے معرکہ میں اسلام نے جاہلیت پر فتح حاصل کر لی پھر تو ہر موقع کے لئے ہر مرتبہ نئے معرکہ کی ضرورت باقی نہ رہی وہ لوگ مع اپنے قلوب کے۔ مع اپنے ہاتھ پاؤں کے مع اپنی روحوں کے اسلام کے دامن میں آگئے۔ ان پر جب حق واضح ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی کشاکش باقی نہ رہی۔ آپ کے فیصلے پر ان کو کبھی ذہنی یا قلبی کشمکش پیش نہ آتی۔ جس

بات کا آپ فیصلہ فرمادیتے ذرا اختلاف کی گنجائش باقی نہ رہتی یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اپنے چھپے قصوروں کا اقرار کیا اور اگر کسی گناہ میں مبتلا ہوگئے تو اپنے جسموں کو حدود اور سزاؤں کے لئے پیش کردیا شراب کی حرمت کا نزول ہوا ہے تو چھلکتے ہوئے جام ہتھیلیوں پر تھے اللہ کا حکم ان کے بھڑکتے ہوئے جگر۔ آلودہ لبوں اور شراب کے پیالوں کے درمیان حائل ہوگیا۔ پھر کیا تھا ہاتھ کو ہمت نہ تھی کہ اوپر کو اٹھ سکے۔ لبوں کی تمنائیں وہیں خشک ہوگئیں، شراب کے برتن توڑ دیئے گئے اور شراب مدینہ کی گلیوں اور نالیوں میں بہہ رہی تھی۔ جب شیطان کے اثرات ان کے نفوس سے دھل گئے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ جب ان کے نفوس کے اثرات ان کے نفوس سے زائل ہوگئے۔ نفسانیت کا خاتمہ ہوگیا اور وہ لوگ اپنے نفسوں سے ویسا ہی برتاؤ کرنے لگے جیسا کہ وہ دوسرے سے کرتے تھے، دنیا میں رہتے ہوئے مردان آخرت، اور نقد سودے کے بازار میں آخرت کے قرض کو دنیا کے نقد پر ترجیح دینے والے بن گئے، نہ کسی مصیبت سے گھبراتے نہ کسی نعمت پر اتراتے۔ فقران کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکتا۔ دولت سرکشی پیدا نہ کرسکتی۔ تجارت غافل نہ کرتی، کسی طاقت سے نہ دبتے۔ اللہ کی زمین پر اکڑنے کا خیال بھی نہ آتا۔ بگاڑ اور تخریب کا وہم بھی نہ ہوسکتا۔ لوگوں کے لئے وہ میزان عدل

تھے۔ وہ انصاف کے علمبردار تھے۔ اللہ کے گواہ تھے خواہ ان کو اپنے نفس کے خلاف گواہی دینی پڑے۔ خواہ والدین اور اعزہ کے مخالف جانا پڑے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین کو ان کے قدموں میں ڈال دیا اور دنیا کو ان کے لئے مسخر کردیا۔ وہ اس وقت عالم کے محافظ اور دین کے داعی بن گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا جانشین بنایا اور آپ خود ٹھنڈی آنکھوں کے ساتھ رسالت اور امت کی طرف سے اطمینان لے کر رفیق اعلیٰ کی طرف سفر کرگئے۔

(انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر ص 99-100)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اور جامع فرامین میں ایمان کے ستر سے زائد شعبوں کا ذکر ملتا ہے امام بیہقیؒ نے ایمان کے ان شعبوں کو اپنی تصنیف شعب الایمان میں مکمل تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ہم یہاں مجاہدین کے لئے اس ستر سے زائد شعبوں کی اجمالی فہرست پیش کررہے ہیں تاکہ ان تمام امور پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے جن امور سے ایمان کو تقویت ملتی ہے۔

ان میں سے بعض امور وہ ہیں جن کے اقرار و تصدیق کے بغیر کوئی انسان مسلمان ہی نہیں ہوسکتا جبکہ بعض امور کا تعلق تکمیل ایمان اور ایمانی کیفیت کی درستگی سے ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ پڑھنا

چاہئے اور غور کرنا چاہئے کہ ان میں سے کون سا شعبہ ہمارے اندر ہے اور کون سا نہیں؟

(1) لا الہ الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں) کا اقرار و تصدیق (2) تمام انبیاء اور رسولوں کی تصدیق (3) تمام فرشتوں کو ماننا (4) اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ تمام کتابوں کو منزل من اللہ ماننا (5) تقدیر خیر ہو یا شر سب اللہ کی طرف سے ہے (6) آخرت کے دن کا یقین (7) مرنے کے بعد زندہ ہونا برحق ہے (8) پانچوں نمازوں کی فرضیت (9) زکوۃ کی فرضیت (10) رمضان شریف کے روزوں کی فرضیت (11) فرضیت حج (12) جہاد فی سبیل اللہ (13) قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد انسانوں کا حشر (14) جنت کا اہل ایمان کے لئے اور دوزخ کا اہل کفر کے لئے خاص ہونا (15) اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا وجوب (16) اللہ تعالیٰ سے خشیت کا وجوب (17) رحمت خداوندی کی امید رکھنا (18) اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ رکھنا (19) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا واجب ہونا (20) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کا واجب ہونا (21) دین کو ہر چیز سے زیادہ عزیز رکھنا (22) علم دین حاصل کرنا (23) علم دین کی تبلیغ کرنا اور اسے لوگوں میں پھیلانا (24) قرآن مجید کی تعظیم (25) طہارت و پاکیزگی کا ضروری ہونا (26)

اعتکاف (27) مملکت اسلامیہ کی سرحدوں کی حفاظت و چوکیداری (28) دشمنوں کے سامنے مقابلے کے وقت ثابت قدمی (29) مال غنیمت کا پانچواں حصہ حاکم کو دینا (30) غلام آزاد کرنا (31) کفارے ادا کرنا (32) عہد و پیمان کو پورا کرنا (33) اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا (34) بے کار اور بیہودہ باتوں سے اپنی زبان کو محفوظ رکھنا (35) امانت ادا کرنا (36) بغیر حق کے لوگوں کو قتل کرنے کی حرمت (37) شرمگاہوں کی حفاظت (38) ناجائز طریقے سے دوسروں کا مال لینے سے پرہیز (39) حلال کھانا (40) مردوں کے لئے ریشم کے کپڑے پہننے اور سونے چاندی کے برتنوں کی حرمت (41) شریعت کے مخالف لہو و لعب کا حرام ہونا (42) اخراجات میں میانہ روی (یعنی اسراف اور بخل کے درمیان) (43) حسد اور کینے سے بچنا (44) عزت و آبرو کی حرمت (45) اعمال کو خالص اللہ کی رضا کے لئے کرنا اور ریاکاری سے بچنا (46) نیکی کرنے سے خوش اور برائی کرنے سے غمگین ہونا (47) گناہوں سے توبہ کرنا (48) قربانی کرنا (عید، عقیقہ یا صدقہ کے موقع پر) (49) اولی الامر کی اطاعت (شرعی حاکموں کی فرمانبرداری کرنا) (50) جماعتی زندگی اختیار کرنا (یعنی امت سے الگ تھلگ ہونے سے بچنا) (51) عدل و انصاف سے فیصلہ کرنا (52) نیکیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا

(امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) (53) نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون (54) شرم و حیا (55) والدین کے ساتھ حسن سلوک (56) رشتہ داروں (اعزہ و اقربا) سے میل ملاپ رکھنا (یعنی ان سے قطع تعلق نہ کرنا) (57) حسن اخلاق (58) آقا کا اپنے غلاموں سے حسن سلوک (59) غلام کا اپنے آقا سے حسن سلوک (60) اولاد کے حقوق ادا کرنا (61) اپنے دینی بھائیوں سے قرب و محبت رکھنا (62) سلام کا جواب دینا (63) مریض کی عیادت کرنا (64) مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنا (65) چھینک کا جواب دینا (66) کفار و مفسدین سے دور رہنا (67) ہمسایوں کی عزت و احترام کرنا (68) مہمانوں کا اکرام کرنا (69) لوگوں کے گناہوں کی پردہ پوشی کرنا (70) مصیبتوں اور تکلیفوں پر صبر کرنا (71) زہد اختیار کرنا اور امیدوں کو مختصر رکھنا (یعنی لمبی امیدیں نہ باندھنا) (72) غیرت (73) فضول اور بے کار کاموں سے دور رہنا (74) سخاوت (75) چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی عزت (76) اصلاح ذات البین (77) اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی چیز پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کی جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو مذکورہ بالا تمام امور پر یقین رکھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

اِتّباعِ سُنّت

ایک مجاہد کو اپنی مکمل زندگی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق بنانی چاہئے۔ مجاہد کی وضع قطع، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا الغرض زندگی کا ہر عمل اتباع سنت کے نور سے معمور و منور ہونا چاہئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد دو چیزیں ایسی چھوڑ گئے ہیں کہ اگر ان دو چیزوں کو اچھی طرح سے تھام لیا جائے تو انسان گمراہی سے بچ جاتا ہے اور وہ چیزیں ہیں قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنتوں کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے اور ان پر عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے اور ایسے وقت میں جبکہ زمانہ فساد کا شکار ہے اور لوگوں نے ان ناکام شخصیات کو اپنا آئیڈیل اور قابل عمل نمونہ بنا لیا ہے جن کا شمار مغضوب علیہم اور ولا الضالین میں ہوتا ہے اور ہم ہر نماز میں ان گمراہ اور اللہ کے غضب کے شکار لوگوں کے راستے سے زبانی طور پر پناہ مانگتے ہیں۔ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشین گوئی حرف بحرف موجودہ زمانے اور حالات پر صادق آتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کے یہود و نصاریٰ کے طریقے پر چلنے کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یہود و نصاریٰ کی اس قدر پیروی کرنے لگو گے کہ اگر وہ گوہ

کے سوراخ میں گھسیں گے تو تم بھی ان کے پیچھے اسی سوراخ میں جا گھسو گے۔ ویسے تو ہر زمانے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اتباع دین و دنیا کی کامیابی کی ضمانت ہے مگر اس فساد زدہ دور میں خصوصی طور پر ایک ایک سنت کو زندہ کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات تک کو اپنانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مرغوبات (پسندیدہ چیزوں) کو مرغوب اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مکروہات (ناپسندیدہ چیزوں) کو مکروہ رکھنا چاہئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن امور کو اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے ان امور پر پوری پابندی سے کاربند رہنا چاہئے اور جن امور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ان امور سے مکمل اجتناب برتنا چاہئے۔

ایک مجاہد کی شان یہ ہے

کہ اس کے اعمال کو دیکھ کر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھ سکیں وہ جوتا پہن رہا ہو یا کنگھا کر رہا ہو وہ مسجد میں داخل ہو رہا ہو یا وہاں سے باہر نکل رہا ہو وہ گفتگو کر رہا ہو یا کسی کو کچھ سمجھا رہا ہو وہ دشمن سے لڑائی کر رہا ہو یا ساتھیوں کو تربیت دے رہا ہو وہ سفر میں ہو یا حضر میں وہ گھریلو کام کاج کر رہا ہو یا اجتماعی امور میں مصروف ہو اس کا ایک ایک عمل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہونا چاہئے اس کی عبادات اور

معاملات اتباع سنت کے آئینہ دار ہونے چاہئیں جہادی تنظیموں کو ترجیحی بنیادوں پر احیاء سنت کا اہتمام کرنا چاہئے اور اپنے قائدین اور کارکنوں کو ایک ایک سنت سکھانی چاہئے کیونکہ یہ سنتیں وہ پیاری ادائیں ہیں جن سے رحمت خداوندی کی بارش برستی ہے اور بعض اوقات ان اداؤں کے چھوٹ جانے سے نصرت خداوندی رک جاتی ہے جس طرح ایک مجاہد اپنے اسلحے کے ذریعے دین کی حفاظت کرتا ہے اسطرح اس مجاہد کو اپنے اعمال کے ذریعے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو امت میں زندہ رکھنا چاہئے کیونکہ انہی مبارک طریقوں کی بدولت اس کی روح کو زندگی ملے گی اور امت مسلمہ کو زندگی ملے گی۔ مجاہدین میں سنتوں کے مکمل احیاء کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات مفید ہو سکتے ہیں۔

(1) ٹریننگ سینٹر، محاذ جنگ، دفاتر اور ہر مقامی یونٹ میں ایک دن خاص کر لیا جائے جس میں زندگی کے ہر شعبے سے متعلق سنتوں کو یاد کیا اور کرایا جائے اور عبادات سے لے کر عادات تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو بیان کیا جائے اور مسنون دعائیں یاد کرائیں جائیں۔

(2) کبھی کبھار (اجتماعی محاسبے) کا پروگرام بنا کر معلومات حاصل کی جائیں کہ کون سا ساتھی کتنی سنتوں پر عمل پیرا ہے اور اسے کس قدر مسنون دعائیں یاد ہیں پھر جس میں کمی ہو اس کمی کو پورا کرنے کی ترتیب بنا

لی جائے۔

(3) ان کتابوں کی تعلیم بھی کرائی جائے اور انفرادی مطالعے کے لئے بھی کارکنوں کو کہا جائے جن کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا بیان ہے اور مسنون دعائیں مذکور ہیں اس سلسلے میں خاص طور پر (خصائل نبویؐ ترجمہ شمائل نبویؐ مصنفہ حضرت مولانا شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ) (ترجمہ ''حصن حصین'' مع حواشی و فوائد از مولانا محمد ادریس صاحب نور اللہ مرقدہ) ''علیکم بسنتی'' از حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب سکھروی رحمتہ اللہ علیہ کا پورے اہتمام سے مطالعہ کیا جائے ان کے علاوہ اس موضوع پر اور بھی کئی مفید اور مستند کتب دستیاب ہیں۔

(4) تنظیم کی طرف سے چمڑے کی ایک تھیلی یا چھوٹا بیگ بنانا چاہئے جسے ہر مجاہد اپنے پاس رکھے اس میں مسواک، سرمہ، کنگھا، عطر، سوئی دھاگہ وغیرہ اشیاء ہونی چاہئیں اور تنظیم کی طرف سے مسنون دعاؤں کا ایک چھوٹا سا کتابچہ چھپوا کر اس تھیلی یا بیگ میں رکھا جائے اس کتابچے میں ہر موقع کے لئے ایک ایک مسنون دعا حوالہ اور ترجمے کے ساتھ درج ہونی چاہئے تاکہ مجاہدین اسے اپنا معمول بنا سکیں اسی طرح قرآن مجید بھی سفر و حضر میں ساتھ رہے تاکہ کبھی بھی تلاوت کا ناغہ نہ ہو۔ اگر حضرت حکیم الامت

مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ یا حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ کے ترجمے والا قرآن مجید چھوٹے سائز میں دستیاب ہو تو وہ بھی اپنے ساتھ بیگ میں رکھنا چاہئے تاکہ تلاوت کے ساتھ ساتھ مطالعہ کا سلسلہ بھی سفر و حضر میں جاری و ساری رہے۔ لیکن اگر اس تھیلی کی وجہ سے دشمن کے علاقے میں پہچان کا خطرہ ہو تو پھر اسے ساتھ نہ رکھا جائے۔

(5) مختلف مراحل پر کارکنوں کے انعامی مقابلے یا امتحان رکھنے چاہئیں جن میں ان کی جہادی تربیت، عسکری مہارت کے علاوہ ایک موضوع سنت رسول کا بھی ہونا چاہئے اس طرح سے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حفظ و اتباع کا شوق بڑھے گا۔

(6) مجاہدین کے ماہناموں اور ہفت روزوں میں کم از کم ایک مضمون سنتوں اور مسنون دعاؤں کے موضوع پر اگر مستقل شائع ہوتا رہے تو اس کے بہترین نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔

ذِکرو نوافل

ایک رومی سردار نے حضرات صحابہ کرام کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ ”وہ دن کو شہسوار ہوتے ہیں اور رات کو عبادت گزار۔ اپنے مفتوحہ علاقے میں بھی وہ قیمت دے کر کھاتے ہیں سلام کر کے داخل ہوتے ہیں اور ایسا جم کر لڑتے ہیں کہ دشمن کا خاتمہ ہی کر دیتے ہیں۔“

ایک دوسرے شخص نے ان الفاظ میں تعریف کی۔ ”رات کو دیکھو گے تو معلوم ہو گا کہ ان کو دنیا سے کچھ تعلق نہیں اور عبادت کے سوا کوئی کام نہیں۔ اور دن کو گھوڑے کی پیٹھ پر اس طرح نظر آئیں گے کہ گویا یہی کام ہے۔ بڑے تیر انداز اور بڑے نیزہ باز ہیں۔ خدا کی یاد میں اس طرح مشغول اور تر زبان رہتے ہیں کہ ان کی مجلس میں کسی بات کا سننا مشکل ہوتا ہے۔
(بحوالہ !عالم پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر ص 142)

یہ ہے حضرات صحابہ کرام کے کردار اور عمل کی ایک جھلک جس کا اعتراف دوست نہیں بلکہ دشمن بھی کر رہے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام کی یہی وہ صفات تھیں جو انہیں ہر میدان اور معرکے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت کا مستحق بنا دیتی تھیں اور وہ اپنے سے بیسوں گنا طاقتور دشمن پر غالب آجاتے تھے اور جہاں جہاں ان کے مبارک قدم پڑتے جاتے تھے وہاں وہاں اسلام کے سورج کی کرنیں دنیا کو منور کرتی جاتی تھیں اور ظلم وفساد اور کفر و شرک کی ظلمتیں قصہ پارینہ بن کر رہ جاتی تھیں آج بھی دنیا کو ایسے ہی مجاہدین کی ضرورت ہے جو اپنی ایمانی قوت کے بل بوتے پر مظلوم انسانیت کو سہارا دیں اور دنیا کو کفر کی بدترین غلامی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لائیں آج بھی ایسے ہی مجاہدین کی ضرورت ہے جن کا ایمان مکمل طور پر شعوری ہو اور ان کی راتیں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدوں میں گزرتی ہوں اور وہ نالہ سحر گاہی کے آنسوؤں سے عشق کا وضو کرتے ہوں اور ان کی زبانیں ذکر الٰہی سے تروتازہ اور ان کے دل یاد الٰہی سے زندہ رہتے ہوں۔ آج بھی انسانیت کو ایسے جانبازوں کی ضرورت ہے جو نہ ذکر کرتے ہوئے تھکتے ہوں نہ تلوار چلاتے ہوئے۔ آج جب کہ کفر نے مادی طاقت اور عسکری قوت کے انبار جمع کر لئے ہیں اور دنیا کو خودکشی کے دھانے پر لانے والے بدکردار ممالک اپنی فوجی طاقت کے زعم میں خود کو ناقابل تسخیر طاقت سمجھنے لگ گئے ہیں اور مسلمانوں میں عمومی طور پر ابھی تک غفلت اور بے پرواہی اور حالات سے بے شعوری کا مرض عروج پر ہے انسانیت کو تباہی سے بچانے کے لئے ایسے مجاہدین کی ضرورت ہے جو اللہ تعالیٰ کا ایسا ذکر کرتے ہوں جو آسمان کی نصرتوں کو زمین پر کھینچ لائے اور ان کے دلوں میں زندگی سے زیادہ موت کی تڑپ ہو اور وہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت و قوت سے مرعوب نہ

ہوتے ہوں لا الہ الا اللہ کا یقین ان کے رگ وپے میں سرایت کر کے ہر غیر اللہ کی عظمت و شوکت ان کے دلوں سے نکال چکا ہو اور ایک اللہ کی عظمت اور اس پر یقین کے نور سے ان کے قلوب منور کر چکا ہو۔ ویسے تو جہاد اور ذکر لازم ملزوم ہیں خود قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے مجاہدین کو مقابلے کے وقت ثابت قدمی اور خوب ذکر کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ کامیاب ہو سکیں مگر آج کی صورتحال میں تو اس کی ضرورت اور اہمیت میں بہت اضافہ ہو چکا ہے اور ایمان و کفر کے موجودہ معرکے میں ذکر اللہ اور اللہ کی نصرت کے بغیر ایک قدم اٹھانا بھی ممکن نہیں رہا۔ اس لئے مجاہدین کرام کو بڑے ہی اہتمام کے ساتھ اپنے دلوں اور زبانوں پر اللہ تعالیٰ کے ذکر کو جاری رکھنا چاہئے اور نوافل کی پابندی اور اہتمام کر کے اللہ تعالیٰ کا خوب قرب حاصل کرنا چاہئے یاد رکھئے! نوافل ہی کے ذریعے سے بندہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بنتا ہے۔ اور ذکر اللہ کے ذریعے سے اللہ کی معیت نصیب ہوتی ہے۔ جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں اور برکتوں کے ہمراہ اس بندے کے ساتھ ہوتا ہے اور آسمانوں پر فرشتوں کے درمیان اس کا ذکر کرتا ہے ان مجالس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اور حدیث شریف میں ذکر کی مجالس کو جنت کے باغات قرار دیا گیا ہے اور وہ مجالس جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں ہوگا وہ ایسی ہیں جیسے کچھ

لوگ جمع ہوئے اور کسی مردار کا گوشت کھا کر منتشر ہو گئے اور یہی مجالس قیامت کے دن حسرت کا ذریعہ بنیں گی اللہ تبارک و تعالیٰ نے جتنی بھی بدنی اور مالی عبادات کا حکم دیا ہے ان سب کا حاصل ہی اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے کلمے کی عظمت ہے۔ اس لئے مجاہدین کو چاہئے کہ وہ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے خوب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کریں اور ذاکرین کی مجلسوں میں جایا کریں اور ان خوش قسمت اہل دل کے ساتھ بیٹھا کریں جو صبح و شام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس کی یاد میں مگن رہتے ہیں خود اللہ رب العزت نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ذاکرین کے ساتھ بیٹھنے کا حکم دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

اے نبی آپ ان لوگوں کے ساتھ اپنے آپ کو روکے رکھئے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

ذکر اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کا دھیان ہے خواہ وہ اللہ اللہ کرنے سے ہو یا اللہ تعالیٰ کے حضور معافی مانگنے (استغفار) سے ہو یا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے سے ہو یا تلاوت کلام مجید سے ہو یا دین کی تعلیم و تدریس کے ذریعے سے ہو۔ اس طرح مجاہدین کو فرائض و سنن کے ساتھ

ساتھ نوافل کا بھی بھرپور اہتمام کرنا چاہئے۔ ماضی گواہ ہے کہ مجاہدین نے مصلے اور گھوڑے کی پشت پر عبادت وجہاد کا جس قدر اہتمام کیا اسی قدر اللہ تعالیٰ نے ان سے کام لیا سلطان التمش کے بارے میں مشہور ہے کہ کبھی بھی تہجد اور عصر کی سنتیں انہوں نے نہیں چھوڑیں سلطان اورنگ زیب عالمگیر کی لمبی لمبی رکعتوں اور نوافل کا ذکر تاریخ میں محفوظ ہے۔ حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے بڑی بڑی سلطنتوں کو بھی سنبھالا اور زندگی بھر دشمنوں کے خلاف جہاد بھی کیا۔ اور بڑے بڑے خطرناک فتنوں اور سازشوں کا مقابلہ بھی کیا مگر ان تمام مصروفیات کے باوجود وہ تہجد بھی خوب اہتمام اور خشوع وخضوع سے ادا کرتے تھے اور اشراق وچاشت کا بھی اہتمام فرماتے تھے قرآن مجید بھی انہوں نے حفظ کیا اور بڑی بڑی گرانقدر علمی تصانیف بھی کرتے رہے سلطان صلاح الدین ایوبی کی زندگی کے حالات پڑھنے والا حیران وششدر رہ جاتا ہے کہ کس طرح سے وہ اپنے تمام تر معمولات کی پابندی بھی کرتے تھے اور بیت المقدس کی فتح کا عزم بھی انہوں نے پورا کیا اور اندرونی وبیرونی شورشوں کو بھی دبائے رکھا۔ یہ تمام حضرات بھی ہماری طرح انسان تھے مگر انہوں نے یہ عزم کرلیا تھا کہ دنیا کی اس زندگی کو ہرگز ضائع نہیں کرنا جو اللہ تعالیٰ نے صرف ایک ہی بار عطا فرمائی ہے اور یہ زندگی بار بار نہیں ملتی اور اسی زندگی میں اپنی دنیاوی اور اجتماعی ذمے داریوں

کو بھی ادا کرنا ہے اور آخرت کے کٹھن مراحل کی تیاری بھی کرنی ہے چنانچہ انہوں نے اپنی زندگی کو کھانے پینے، سونے یا محض خانگی اور گھریلو امور میں ضائع نہیں کیا۔ وہ سوتے تھے مگر اتنا جتنا ایک انسان کے لئے نیند کی ضرورت ہے جو محض چند گھنٹوں میں باآسانی پوری ہوسکتی ہے وہ کھاتے تھے مگر صرف زندہ رہنے کے لئے انہوں نے کبھی بھی کھانے کو مقصود بنا کر اس پر اپنے قیمتی اوقات کو برباد نہیں کیا ان کا اصول تھا کہ زندگی کھانے کے لئے نہیں بلکہ کھانا زندہ رہنے کے لئے ہے۔ وہ اپنے گھریلو کام کاج بھی کرتے تھے مگر شرعی حدود میں رہتے ہوئے۔ انہوں نے کبھی اپنی بیٹیوں کی شادیوں میں مہینے یا دن ضائع نہیں کئے۔ ان خوش قسمت لوگوں نے اپنی زندگی انفرادی کاموں سے ہٹا کر اجتماعی امور کیلئے وقف کردی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اوقات میں برکت ڈال دی۔ اور انہوں نے اللہ کی اس نعمت کے شکر کے طور پر اس کی اطاعت اور بندگی اور عبادت میں اور زیادہ اضافہ کیا۔ ان کا عقیدہ اور یقین بن چکا تھا کہ کوئی بھی کام اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے اس لئے وہ پہلے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے نوافل وذکر اور دعاؤں اور استخارے کا اہتمام کرتے اور پھر کسی کام میں ہاتھ ڈالتے تو اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری فرماتا اور ان کے کاموں میں برکت ہوتی آج بہت سارے لوگ باجماعت نمازیں چھوڑ کر دین کی محنت میں لگے

رہتے ہیں اور نوافل چھوڑ کر دین کے دوسرے کاموں کی فکر میں ٹیلی فون پر سوار رہتے ہیں اور دعائیں چھوڑ کر مذاکرات اور ملاقاتوں پر زور دیتے ہیں اور ان کے کام میں ذرہ برابر بھی برکت نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات الٹا ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے اور دینی کام کے نام پر فرائض تک میں سستی اور غفلت کے فتنے تنظیموں اور افراد میں سرایت کر جاتے ہیں یاد رکھئے! دین کا کوئی کام ایسا اہم نہیں ہے جس کے لئے نماز چھوڑی جائے اور وہ کام جس کے لئے دینی فرائض و عبادات میں سستی اور غفلت کی جاتی ہو کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ نہیں بن سکتا اور نہ تحریکی طور پر اس کے بہتر نتائج نکل سکتے ہیں۔ اس لئے مجاہدین کو رات کے آخری حصے میں جاگ کر اپنے آنسوؤں اور آہوں کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھولی پھیلا کر اپنے لئے اور امت مسلمہ کے لئے خوب دعائیں مانگنی چاہئیں اور لمبے لمبے سجدے کر کے اللہ تعالیٰ کی نصرت کی بھیک مانگنی چاہئے۔ اس طرح دیگر نمازوں کے ساتھ بھی موکدہ اور غیر موکدہ سنتوں کا اہتمام کرنا چاہئے اور انفرادی اور اجتماعی ذکر کی پابندی اور تلاوت کلام پاک کو اپنا معمول بنانا چاہئے ایک مجاہد کے ابتدائی مستقل معمولات کا ایک چھوٹا سا نقشہ ہم یہاں پیش کر رہے ہیں الحمد للہ بہت سارے مجاہدین کو یہ معمولات تلقین کئے اور انہوں نے ان کا اہتمام فرمایا تو انہیں کافی روحانی اور دینی فائدہ ہوا

امید ہے کہ دیگر مجاہدین کے لئے بھی یہ معمولات مفید ثابت ہوں گے۔

(1) تہجد، اشراق، اوابین اور ہر فرض نماز کے ساتھ سنتوں اور نوافل کی پابندی۔

(2) روزانہ ایک پارہ قرآن مجید کی تلاوت اگر ایک پارہ نہ ہو سکے تو کم از کم آدھا پارہ ضرور پابندی سے تلاوت کریں اور حفاظ کرام کو ایک پارے سے بھی زائد تلاوت کرنی چاہئے۔

(3) "مناجات مقبول" کی سات منازل میں سے روزانہ ایک منزل کی پابندی (یہ قرآن و حدیث سے منتخب دعاؤں کا مجموعہ ہے) اور جمعۃ المبارک کے دن دوپہر سے پہلے سورہ کہف کی تلاوت (سورہ کہف کی جمعے کے دن تلاوت بہت سارے فتنوں خصوصا" دجال کے فتنے سے حفاظت کا ذریعہ ہے آج کل چونکہ فتنوں کا دور ہے اس لئے اس کا خوب اہتمام کرنا چاہئے)

(4) پہلا کلمہ، تیسرا کلمہ، درود شریف، استغفار کی ایک ایک تسبیح صبح و شام مکمل پابندی کے ساتھ۔

(5) روزانہ دو رکعت صلوۃ توبہ پڑھ کر خوب اچھی طرح سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے وہ مسلمان خوش قسمت ہے جس کے نامہ اعمال میں زیادہ ہوگا استغفار، استغفار سے صرف گناہ ہی معاف نہیں ہوتے بلکہ درجات بھی بلند ہوتے ہیں اور پریشانیاں اور مصیبتیں بھی دور ہوتی ہیں اور اللہ

تعالیٰ کی خصوصی رحمت نصیب ہوتی ہے اور بے شمار مسائل حل ہوتے ہیں اور روزی میں بھی برکت ہوتی ہے۔

(6) ہر نماز کے بعد اور دیگر تمام اعمال کے آغاز و اختتام پر مسنون دعائیں پڑھنے کا اہتمام۔

(7) رات کو سونے سے پہلے بستر پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے صبح اٹھنے کے وقت سے لے کر ابھی سونے کے وقت تک اپنے تمام کام کاج کا نقشہ ذہن میں گھمائیں مثلاً" صبح اٹھ کر تہجد پڑھی یا خدانخواستہ تہجد چھوٹ گئی پھر فجر جماعت سے پڑھی یا بغیر جماعت کے وغیرہ وغیرہ۔ ایک ڈیڑھ منٹ میں آپ کے سامنے آپ کے تمام دن کا حساب کتاب آجائے گا اب جو کوتاہیاں اور گناہ سامنے آئے ہیں ان کی اچھی طرح سے معافی مانگ لیں اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرلیں اور جو نیکیاں سامنے آئیں ہیں ان نیکیوں پر اللہ تعالیٰ کا خوب شکر ادا کریں۔ اس عمل کا فائدہ یہ ہوگا کہ روزانہ کے گناہ روزانہ معاف ہوجائیں گے اور نیکیاں محفوظ ہوجائیں گی کیونکہ شکر کا مطلب ہے کہ انسان اقرار کرتا ہے کہ یہ نیکیاں اس نے نہیں کیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ نیکیاں اسے کرنے کا موقع ملا اور جب انسان کی نظر نیکیوں میں اپنی ذات پر نہ جائے بلکہ وہ نیکیوں کو اللہ کی توفیق سمجھے تو نیکیاں محفوظ ہوجاتی ہیں اس عمل کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ بہت سارے پکے گناہ

انسان سے چھوٹ جاتے ہیں کیونکہ ہر روز ایک ہی گناہ کی بار بار توبہ کرنے سے اس گناہ پر پھر نفس آمادہ نہیں ہوتا اور اس عمل کا یہ بھی فائدہ ہے کہ آخرت کے حساب سے پہلے انسان خود اپنا حساب کرلے جو اسے آخرت کے حساب سے بچا بھی سکتا ہے اور اس حساب میں فائدہ بھی دے سکتا ہے۔

(8) مجاہدین کو چاہئے کہ جہاد پر استقامت اور گناہوں سے حفاظت کے لئے ایک سو مرتبہ یہ دعا پڑھا کریں۔

يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ

دشمنوں اور آفات سے بچنے کے لئے مغرب کی نماز کے بعد اکتالیس مرتبہ سورہ قریش اور عصر کے بعد تین سو تیرہ مرتبہ

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ

پڑھا کریں۔

فجر اور مغرب کی نماز کے بعد یہ تین دعائیں تین تین مرتبہ پڑھ لیا کریں۔

1- اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

2- بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْئٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ

3- اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ

وَالعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنيَايَ وَاهلِي وَمَالِي اَللّٰهُمَّ استر عورتي وَ آمِن روعَتِي ۔ اَللّٰهُمَّ احفظني مِن بَينِ يَدَيَّ وَمِن خَلفِي وَعَن يَمِينِي وَعَن شِمَالِي وَمِن فَوقِي وَاَعُوذُ بِعَظمَتِكَ اَن اُغتَالَ مِن تَحتِي

(9) ہر اہم کام سے قبل استخارہ کرلیں استخارہ کا مطلب ہے اللہ تبارک و تعالیٰ سے خیر مانگنا کیونکہ انسان کی عقل ناقص اور علم محدود اور طبیعت بشری جذبات سے مغلوب ہوتی ہے اس لئے وہ خود اپنے لئے خیر اور شر کا بہتر فیصلہ نہیں کرسکتا اور انسان اس وقت ٹھوکر کھاتا ہے جب اس کی نظر اپنی ذات اور عقل پر ہوتی ہے اور انسان اس وقت ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے جب اس کی نظر اللہ رب العزت کی ذات پر ہوتی ہے اور وہ ہر کام سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور استخارہ کرتا ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ جو انسان اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ اور اس کے نیک بندوں سے مشورہ کرتا ہے وہ زندگی بھر کبھی نہیں پچھتاتا اور اس کے ہر کام میں خیر ہی خیر ہوتی ہے اور اس پر آنے والی ہر راحت اور مصیبت اس کے لئے خیر و برکت کا پیغام لاتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ۔

مِنْ سَعَادَةِ المَرءِ اِستِخَارَةُ رَبِّهِ وَرِضَاهُ بِمَا قَضٰى وَمِنْ شَقَاءِ المَرءِ تَركُهُ الاَستِخَارَةَ وَعَدمُ رِضَاهُ بَعدَ القَضَاءِ (بخاری)

(ترجمہ) وہ انسان بڑا خوش قسمت (سعادت مند) ہے جو اپنے رب سے استخارہ (طلب خیر) کرتا ہو اور اس کے فیصلے پر راضی ہوتا ہو اور وہ بڑا بدبخت انسان ہے جو نہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے اور نہ اس کے فیصلے پر راضی ہو۔

جہاں تک استخارے کے بعد خواب میں رہنمائی کا تعلق ہے تو یہ ممکن تو ہے مگر ضروری نہیں اصل بات یہ ہے کہ جب انسان کسی بھی کام سے پہلے استخارہ کرلیتا ہے تو اگر اس کام میں خیر ہوتی ہے تو انسان کا دل خود اس کام کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور اس کام کے اسباب و وسائل پیدا ہوجاتے ہیں اور اگر اس کام میں خیر نہیں ہوتی تو انسان یا تو خود اس کام سے بددل ہوجاتا ہے یا وہ کام ممکن ہی نہیں رہتا۔

(10) درود شریف کی کثرت بہت ہی برکت و سعادت کا باعث ہے اور اس کی کثرت کرنے سے بہت سارے فتنوں سے بھی انسان کی حفاظت رہتی ہے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ایمان کا جز ہے اور اس محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود و سلام بھیجا جائے یہ ایک ایسا عمل ہے جو ہر حال میں قبول ہوتا ہے اور درود پڑھنے والے کو طرح طرح کی دنیاوی اور اخروی نعمتیں نصیب ہوتی ہیں ان نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ دس رحمتیں ہیں

جو ہر مرتبہ درود شریف پڑھنے والے پر برستی ہیں اور دوسری بڑی نعمت قیامت کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ہے جیسا کہ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! قیامت میں سب سے زیادہ مجھ سے وہ شخص قریب ہو گا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہے (ترمذی)

ہمارے جملہ اکابر و اسلاف اور مجاہدین کا ہمیشہ سے کثرت درود شریف کا معمول رہا ہے۔ اس لئے مجاہدین کو چاہئے کہ کثرت سے درود و سلام پڑھا کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو روزانہ ایک ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھ لیا کریں۔

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

یا کم از کم روزانہ درود و سلام کے وہ چالیس صیغے پڑھ لیا کریں، جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ کے خلفاء کرام نے مرتب فرمائے ہیں، جو چھوٹے سے کتابچے کی صورت میں طبع ہو چکے ہیں۔

ایک مشورہ مجاہدین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ اپنے دل کی اصلاح ایمان کی مضبوطی اور ذکر اللہ اور معمولات کی پابندی اور دوام کے لئے اگر کسی صاحب نسبت، متشرع، متبع سنت اور جہاد سے محبت کرنے والے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں تو روحانی اصلاح کا اہم مرحلہ انشاء اللہ آسانی سے طے ہو سکتا ہے بشرطیکہ خوب سوچ سمجھ کر اصلاح کی نیت سے بیعت کریں اور پھر اپنے شیخ سے تعلق بھی رکھیں اور اپنے روحانی امراض کی اصلاح کے لئے ان سے مشورے لیں اور ان کے ارشادات پر عمل بھی کریں۔

رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کا مصداق

آج دنیا میں عموماً” اور مسلمانوں میں خصوصاً” باہمی نزاع، اختلافات اور افتراق کا دور دورہ ہے۔ انہیں اختلافات کی نحوست سے امت مسلمہ کی اجتماعیت فنا ہو چکی ہے اور امت مختلف قوموں، قبیلوں، علاقوں اور نظریات میں بٹ چکی ہے اور آئے دن اس تفریق اور تقسیم میں اضافہ ہی اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ وہ قومیت اور عصبیت جس کی جڑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاٹ ڈالی تھی اور قرآن مجید نے قومیت و عصبیت کے جاہلانہ نعروں کے توڑ کے لئے انما المومنون اخوۃ (تمام ایمان والے بھائی بھائی ہیں) کا عظیم اصول اتارا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قومیت کے نعروں کو بدبودار اور مردار قرار دیا تھا۔ آج پھر مسلمانوں میں سر اٹھا چکی ہے اور مسلمان جسمانی اور ذہنی، فکری اور قلبی طور پر مختلف علاقوں اور زبانوں کے نام پر تقسیم ہو چکے ہیں اور آج قومیت کا نعرہ ہی سب سے طاقت ور نعرہ بن چکا ہے۔ اسی طرح وہ مسائل جن کا فیصلہ چودہ سو سال پہلے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور امت کے آئمہ مجتہدین نے فرما دیا تھا آج کل ان مسائل پر نئی تحقیقات کے نام سے مسلمانوں کو مختلف گروہوں میں بانٹ دیا گیا ہے اور ہر گروہ

دوسرے گروہ کا دشمن ہے ان دو طرح کے نزاعات کے علاوہ ایک نزاع جو امت کے ہر طبقے اور ہر گروہ میں داخلی طور پر موجود ہے وہ ہے محض نفس پرستی اور خود غرضی اور انانیت کا نزاع جس نے تنظیموں کو کھوکھلا کر دیا ہے اور بڑے بڑے اداروں کو تباہ کر دیا ہے کئی فعال انجمنیں ان نفسانی اختلافات کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں اور کئی بڑے بڑے ادارے ان اختلافات کا شکار ہو چکے ہیں۔ ہر تنظیم میں گروہ بندی اور ہر ادارے میں جتھے بندی موجود ہے دنیاوی اور سیاسی جماعتوں اور اداروں میں تو اس طرح کے اختلافات کا وجود سمجھ میں بھی آتا ہے مگر وہ تنظیمیں اور ادارے جن کی بنیاد محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے رکھی گئی ہے اور ان کے مقاصد بہت بلند اور عزائم بہت مبارک ہیں ان میں اس طرح کے نفسانی اختلافات کا داخلہ اور تو تو، میں میں کا ماحول بہت ہی عجیب لگتا ہے اور دکھ کی بات یہ ہے کہ آج اس طرح کے اختلافات کا سب سے بڑا شکار ہی دینی تنظیمیں اور دینی ادارے ہیں۔ بعض ایسے افراد جن کی نظر میں ان کی عزت اور مقام ہی دنیا کا سب سے اہم مسئلہ ہوتی ہے اور انہیں اپنی اہمیت جتلانے کا ازحد شوق ہوتا ہے اس طرح کے اختلافات کی بنیاد بنتے ہیں اور پھر غلط فہمیوں کا ایک طوفان اٹھتا ہے جو ان تنظیموں اور اداروں کی وحدت کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جاتا ہے اور دنیا تماشا دیکھتی رہ جاتی ہے۔

اے اللہ کے دین کے مجاہدو! خبردار اس طرح کے نفسانی اختلافات کو اپنے قریب مت آنے دینا کیونکہ تمہاری کامیابی صرف اور صرف اتحاد میں ہے اگر خدانخواستہ تم بکھر گئے اور تمہارے دل ایک دوسرے سے ٹوٹ گئے اور تم بھی باہمی خلفشار کا شکار ہوگئے تو تم اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھی گر جاؤ گے اور دشمن کے دل سے تمہارا رعب نکل جائے گا اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور شکست تمہارا مقدر بن جائے گی۔

اے ایمان کی خاطر جان دینے والو! شیطان کے مکر سے خود کو بچا کر چلو تمہاری زبانیں ایک دوسرے کی غیبت سے محفوظ ہونی چاہئیں اور تمہارے دل ایک دوسرے کے لئے محبت کے بھرے پیمانے ہونے چاہئیں جس طرح تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اشدّاءُ علی الکفار بنو اس طرح تم پر یہ بھی لازم ہے کہ رحماءُ بینھم کا مکمل ثبوت پیش کرو۔ ان لوگوں سے ہوشیار رہو جو تمہیں آپس میں لڑانا چاہتے ہیں اور تم میں وسوسے پھیلاتے ہیں ایسے انسان نما شیطانوں سے بھی محتاط رہو جو تمہیں اپنے بڑوں اور اپنے ساتھیو کے خلاف بغاوت پر اکساتے ہیں یاد رکھو آج امت مسلمہ کی نظریں تم پر لگی ہوئی ہیں بوڑھی مائیں آنسوؤں سے تر آنچل اور جوان بہنیں اپنی پھٹی ہوئی پوشاکوں کی جھولی پھیلا کر تمہاری کامیابی کی دعا مانگ رہی ہیں۔ بڑے بڑے اکابر و مشائخ رات کے آخری اندھیروں میں

تمہارے لئے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں گڑگڑا رہے ہیں کعبۃ اللہ اور مسجد نبویؐ تمہارے لئے کی گئیں دعاؤں سے گونج رہے ہیں ایسے وقت میں تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ تم ایک دوسرے کا گریبان پکڑو۔ تمہارے لئے حرام ہے کہ تم اپنے حقوق اور عہدوں کی بات کرو۔ تمہارے لئے ناجائز ہے کہ تم اپنی ذاتی عزت اور وجاہت کے جھگڑے نمٹاؤ، یقین کرو! اگر مجاہدین کو چلانے والے چار افراد بھی ایسے میسر آگئے جو ایک جسم کی طرح ہوئے اور ان کے دل ایک دوسرے کے احترام اور محبت سے لبریز ہوئے تو ایسی تنظیم کو نہ امریکہ شکست دے سکتا ہے نہ اسرائیل! لیکن اگر تم ہزاروں میں ہوئے اور تمہارے دل ایک دوسرے سے الگ الگ رہے اور تم ایک دوسرے کی غیبت کرتے رہے تو تم ایک کمزور دشمن کو بھی شکست نہیں دے سکتے۔ آج جب کہ مجاہدین میں اتفاق و اتحاد برقرار رکھنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اور دشمنان اسلام کی کوشش ہے کہ کسی طرح سے مجاہدین باہمی نزاع اور تفرقے کا شکار ہو جائیں مجاہد تنظیموں کو چاہئے کہ ایسے اقدامات کریں جن سے مجاہدین کے باہمی تعلقات میں کسی طرح کا رخنہ نہ آئے اور وہ باہم شیر و شکر رہیں اس سلسلے میں ہم بعض اہم اقدامات کو مختصر طور پر بطور اشارے کے بیان کرتے ہیں۔

(۱) جہادی تنظیموں کے اراکین شوریٰ اور عاملہ زیادہ وقت ایک دوسرے

کے قریب گزارنے کی کوشش کریں اور اپنے تمام امور مشورے سے طے کریں اور دوسرے کے کارکنوں کی زبانی 'ایک دوسرے کے خلاف کچھ نہ سنیں ہاں اگر کسی کارکن کی کوئی جائز شکایت کسی رکن کے بارے میں سنیں تو پھر فوراً" اس رکن کو مطلع کردیں۔

(2) جو شخص جتنا بھی باصلاحیت ہو وہ اپنے شعبے کو تنظیم سے الگ کوئی حیثیت یا مقام نہ دے اور نہ ہی اپنی من مانی کرے بلکہ اس شعبے کو مرکز اور دیگر اراکین کے مشورے سے چلائے۔

(3) تمام اراکین شوریٰ و عاملہ اپنے کام اور اپنے شعبوں کی تمام تر کارگزاری شوریٰ میں پیش کریں اور کوئی ایسا ذاتی قدم نہ اٹھائیں جسے وہ اپنے ماتحتوں تک محدود رکھنا چاہتے ہوں بلکہ جو کام بھی ہو وہ دیگر اراکین اور امیر کے علم میں ہونا چاہئے۔

(4) امیر سے لے کر ہر کارکن تک اپنا مکمل حساب امیر اور شوریٰ کو پیش کریں خصوصاً" جب کوئی سفر سے واپس آئے یا کوئی نیا کام شروع کرنا ہو۔

(5) کوئی کارکن اکیلا سفر نہ کرے بلکہ کم از کم ایک ساتھی ساتھ ہونا چاہئے اسی طرح کوئی ذمے دار کسی بھی حکومتی ذمے دار یا ادارے یا اہل خیر سے اکیلا نہ ملے بلکہ اس کے ساتھ کم از کم ایک ذمے دار اور ہونا چاہئے۔ امیر کو چاہئے کہ اس معاملے کی خصوصی نگرانی کریں۔

(6) عام کارکنوں کے سامنے اپنے ذمے دار ساتھیوں یا عاملہ و شوریٰ کے رفقاء کی کوئی غلطی اور عیب بیان نہ کرے بلکہ شوریٰ اور عاملہ کا معاملہ شوریٰ اور عاملہ میں طے ہونا چاہئے۔

(7) شوریٰ اور عاملہ کے اجلاس کے بعد کارکنوں کو یہ نہ بتلائے کہ فلاں فیصلہ تو میرے مشورے سے ہوگیا ورنہ دوسرے لوگ تو نہیں مان رہے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(8) اراکین شوریٰ و عاملہ کمانڈر حضرات اور دیگر ذمے دار ایک دوسرے کو زبانی پیغام بھیجنے سے پرہیز کریں کیونکہ ممکن ہے کہ پیغام لے جانے والا پیغام میں کچھ کمی بیشی کرلے یا لہجہ بدل دے یا کچھ بھول جائے تو پیغام کا مقصد بدل جائے گا اور اس سے بعض اوقات بڑی بڑی غلط فہمیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔

(9) ہر شعبے کے قوانین و ضوابط دوسرے شعبے کے حضرات کے پاس بھی ہونے چاہئیں تاکہ آپس میں غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں مثلاً" اگر اصول ہے کہ ٹریننگ سینٹر میں چالیس دن سے کم کسی کو نہیں لیا جائے گا تو یہ اصول تمام شعبہ دعوت کے تمام یونٹوں کو معلوم ہونا چاہئے تاکہ وہ کسی ایسے فرد کو نہ بھیجیں جو چالیس دن سے کم وقت رکھتا ہو اسی طرح کوئی قانون اس وقت تک نافذ نہ کریں جب تک تمام متعلقہ افراد کو اس کا علم نہ ہوجائے۔

(10) شوریٰ کے فیصلوں سے تنظیم کے تمام کارکنوں کو باخبر رکھنا چاہئے اور انہیں ان فیصلوں کے فوائد اور منافع بھی بتانے چاہئیں ہاں اگر کوئی بہت خفیہ فیصلے ہوں تو وہ مستثنیٰ ہیں۔

(11) عاملہ اور شوریٰ کے بعض افراد دوسرے بعض کو چھوڑ کر کوئی مشورہ نہ کریں اور نہ کوئی اتحاد قائم کریں۔

(12) کسی بھی دوسری تنظیم سے شرائط کی بنیاد پر اتحاد نہ کریں اور نہ ہی ان افراد کو تنظیم میں اہم مقامات پر لائیں جو اپنی خدمات کو بعض شرائط سے مشروط کرتے ہوں۔

(13) ایک دوسرے کی دعوت کیا کریں کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کیا کریں اور ہفتے یا مہینے میں کم از کم ایک بار بڑوں اور چھوٹوں سب کو اتفاق و اتحاد کی دعوت دیں اور افتراق و انتشار کی قباحت اور نقصانات کو بیان کریں۔

(14) ایک دوسرے کو طعنہ دینے سے اور ایک دوسرے کے ساتھ بے ادبی سے پیش آنے سے مکمل اجتناب کریں حق بات بھی سلیقے سے کی جائے اور تنقید بھی اخلاق کے دائرے میں رہتے ہوئے کی جائے۔

(15) مختلف ذمے داریاں اور شعبے کے افراد بدلتے رہنے چاہئیں تاکہ کسی کی کسی شعبے پر ایسی اجارہ داری قائم نہ ہو جو بعد میں تفریق و اختلاف کا باعث بن جائے۔

(16) ہر فیصلہ شریعت کے مطابق کیا جائے اور افراد کی اہلیت اور صلاحیت کو مدنظر رکھا جائے اور محض کسی کو جوڑنے کے لئے اور کسی کا دل رکھنے کے لئے کوئی غلط قدم نہ اٹھایا جائے کیونکہ اس سے جوڑ نہیں توڑ پیدا ہوتا ہے۔

(17) قائدین اور کارکنوں میں شعوری طور پر قوم پرستی کے خلاف ذہن بنایا جائے اور عملی طور پر ہر شعبے میں مختلف قوموں کے افراد کو اکٹھے کام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔

(18) قائدین خصوصاً” اور کارکن عموماً” ان جگہوں اور ان کاموں سے بچیں جنہیں کوئی تہمت لگنے کا اندیشہ ہو یہ سوچ کر کہ میرا دل صاف ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں فیصلہ ہو جائے گا کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جو تہمت کا باعث بن سکے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت کے مواضع سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

(19) جب امیر یا کسی ذمے دار کا انتخاب ہو رہا ہو تو مشورہ دینے والے ایسے فرد کا نام پیش کریں جس کی اطاعت کرنے کا ان کا مکمل ارادہ ہو اگر خدانخواستہ مشورہ دیتے وقت یہ مدنظر رہا کہ ایسے آدمی کو امیر یا ذمے دار بنایا جائے جسے ہم آسانی سے چلا سکیں اور جب چاہیں گھما سکیں تو اس سے

بہت فسادات پیدا ہوتے ہیں اور تنظیمیں افتراق و انتشار کا شکار ہوجاتی ہیں۔

(20) تنظیمی معاملات میں فیصلہ کرتے وقت انصاف کا بھرپور ثبوت دیا جائے اور قرابت یا رشتے داری کی وجہ سے کسی طرح بھی فیصلے پر کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے۔

اطاعتِ امیر

اطاعت امیر مجاہد کے لئے ضروری بھی ہے اور اس کی کامیابی کی ضمانت بھی۔ اور امیر کی نافرمانی مجاہد کے لئے ناکامی اور تباہی کا ایسا غار ہے جس میں گرنے کے بعد نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے ایک مجاہد خواہ وہ کارکن ہو یا کمانڈر کسی چھوٹے منصب پر ہو یا بڑے عہدے پر جب تک وہ امیر کی اطاعت پر کاربند رہتا ہے آسمانی نصرتیں اور زمینی سعادتیں اس کے دوش بدوش چلتی ہیں اور وہ ان مقامات تک پہنچتا ہے جن کا ابتداء میں اسے تصور بھی نہیں ہوتا لیکن جب اطاعت امیر کا جذبہ کمزور پڑ جاتا ہے تو مجاہد کے زوال کا وقت شروع ہوجاتا ہے جو صرف اس کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری امت اور پوری انسانیت کے لئے مضر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس فرامین میں امیر کی اطاعت پر بہت زور دیا گیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر کی اطاعت کو اپنی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت قرار دیا ہے اور امیر کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا ہے اور اس آدمی کے لئے نفاق سے بری ہونے کا اعلان فرمایا ہے جو مخلص ہو اور امیر سے خیر خواہی کرتا ہو اور جماعت کو لازم پکڑے ہوئے ہو آج جبکہ مجاہدین کی جان توڑ اور انتھک محنتوں کا ایک ہدف زمین پر نظام خلافت کو

قائم کرنا ہے تو اس خلافت کا پہلا ثبوت انہیں اپنی تنظیموں میں پیش کرنا ہوگا اور امیر کی مکمل اطاعت کرنی ہوگی۔ چونکہ امیر کی اطاعت پر ہی تحریک کی کامیابی اور ناکامی کا مدار ہے اس لئے امیر کے انتخاب کے وقت پوری محنت اور احتیاط سے کام لینا چاہئے اور ایسے فرد کو امیر منتخب کرنا چاہئے جو دینی، علمی اور جسمانی طور پر امارت کا اہل ہو۔ اور اس میں اس قدر ہمت بھی ہو کہ وہ اس بارِ گراں کو برداشت کر سکے اور خود اس میں اس عہدے کی تڑپ اور طلب بھی نہ ہو۔ پھر جب کسی کو اس معیار کے مطابق امیر منتخب کر لیا جائے تو پھر ہر اس معاملے میں اس کی اطاعت کرنی چاہئے جو شریعت سے متصادم نہ ہو۔

مجاہد کا آئینہ

ذیل میں ہم چند سوالات پیش کر رہے ہیں ہر مجاہد ان سوالوں کے تناظر میں اپنی شخصیت اور ذات پر غور کرے اور جواب دے اور پھر اگر اپنے اندر کوئی کمی دیکھے تو اسے پورا کرنے کی کوشش کرے۔

(1) کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر، آخرت پر، مرنے کے بعد زندہ ہونے پر، تمام کتابوں اور تمام نبیوں اور تمام فرشتوں پر اور تقدیر پر، میرا ایمان کامل اور شعوری ہے؟ کیا میں ان تمام چیزوں کو دل سے مانتا ہوں؟

(2) میرے دل میں دنیا کی عیش و عشرت کا شوق زیادہ ہے یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہونے کا؟

(3) کیا جہاد فرض ہے؟ اور جہاد فرض ہے تو میں نے اب تک اس فریضے کی ادائیگی کے لئے کیا کیا ہے؟

(4) کیا میں نے قرآن مجید تجوید کے ساتھ ناظرہ پڑھ لیا ہے؟ اور اپنی نماز کسی کو سنا کر درست کر لی ہے؟

(5) کیا مجھے اسلامی فرائض، ضروری احکام اور حلال حرام کا علم ہے؟

(6) کیا میں نے جہاد کی تربیت مکمل کر لی ہے؟

(7) کیا میری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور طریقے

کے مطابق ہے؟ یا اس میں کچھ کمی ہے؟

(8) میں اپنے امیر کی اطاعت کس حد تک کرنے کا جذبہ رکھتا ہوں؟

(9) کیا مجھے وہ مسائل معلوم ہیں جن سے آج امت مسلمہ پوری دنیا میں دوچار ہے؟ اور امت کے ان مسائل کے حل کے لئے میری کیا ذمے داری ہے؟

(10) اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لئے میرے آئندہ کیا ارادے اور عزائم ہیں؟

ہر مجاہد اپنے آپ کو مخاطب کر کے یہ سوال کرے اور پھر اپنے دل سے ان کے جوابات لے اور ان جوابات کی روشنی میں اپنی شخصیت اور فکر کی تعمیر میں مدد لے۔

6 جمادی الاولیٰ 1416ھ

بمطابق

3 اکتوبر 1995ء

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا محمد و الہ و اصحابہ اجمعین

ضمیر کی آواز

- کشمیر کے مسلمانوں نے صرف اسلام کی عظمت اور کفر سے آزادی کے لئے بے سروسامانی کے عالم میں ہندوستانی ظالم فوج سے مقابلہ شروع کر دیا
- اس عظیم جدوجہد میں بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہو رہی ہیں اور بہت سے مکینوں کو لامکان کر دیا۔
- عالمی سطح پر مسلمان ممالک نے اپنے مظلوم کشمیری بھائیوں کو چند آنسوؤں کے علاوہ کچھ نہیں دیا۔
- بھارتی سامراج اپنے جابرانہ ہتھکنڈوں کے ذریعہ کشمیر کی جنت نظیر وادی کو اسلام اور مسلمانوں سے خالی کرنے کا پروگرام شروع کر چکا ہے۔
- انسانی حقوق کے دشمن ادارے "اقوام متحدہ" نے مسئلہ کشمیر کی فائل اپنے غلیظ بوٹوں کے نیچے مسل دی۔

ہر مسلمان اپنے آپ کو جھنجوڑ کر پوچھے کہ

کیا کشمیری مسلمان ہندو کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔؟

کیا اسلام و حریت کی اس تحریک کا گلا گھونٹ دیا جائے۔؟

کیا کشمیری شہداء کے یتیم بچے اور بیوائیں غیر مسلموں کے ادارے پر بھیک مانگنے جائیں۔

اگر ایسا نہیں تو پھر کشمیری مجاہد اور مہاجر لاوارث کیوں؟

اگر آپ کا ضمیر آپ کو کشمیری مسلمان کی امداد و نصرت پر آمادہ کرسکتا ہے۔ تو قدم بڑھائیے کہ آپ کا لگایا ہوا مال قیمتی بن جائے گا۔

یہ وقت ہے جہاد کا

علم اُٹھا قدم بڑھا — یہ وقت ہے جہاد کا
نہ غیرِ حق سے خوف کھا — نشانِ ظلم کے مِٹا
علم اُٹھا قدم بڑھا
یہ وقت ہے جہاد کا
تو ظلم و جور سے نہ ڈر — تو عزم کو بنا سپر
تو اِک خدا پہ رکھ نظر — اسی سے مانگ حوصلہ
علم اُٹھا قدم بڑھا
یہ وقت ہے جہاد کا
نہ بزدِلی پسند کر — صدائے حق بلند کر
سِتم کی راہ بند کر — ستمگروں کو راہ پہ چلا
علم اُٹھا قدم بڑھا
یہ وقت ہے جہاد کا
نہ ظالموں سے بات کر — اُٹھ اِن سے دو دو ہاتھ کر
رسید ایک لات کر — اِدھر گرا اُدھر گرا
علم اُٹھا قدم بڑھا
یہ وقت ہے جہاد کا
نہ کوئی عذر لنگ کر — تو کافروں سے جنگ کر
زمین ان پہ تنگ کر — تیری مدد کرے خدا
علم اُٹھا قدم بڑھا
یہ وقت ہے جہاد کا